جميع الحقوق محفوظة بحقّ المؤلّف

اسم الکتاب: سیرتِ مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

تألیف : .... فضيلة الشيخ رضاء الله الباجوري

الطبع .... الاول سنه 1447ھ بمطابق 2025

تنضید: ابو منقاد رضاء الله بن الحاج خان بادشاه حفظه الله عنه

النّاشر : ..... مدرسة ترتيل القرآن شريف آباد باجوڑ پاکستان

تصدیر

اِنّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ، نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِيَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ أَمَّا بَعْدُ :

قارئینِ کرام!...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قرآنِ کریم کے مضامین کو اہلِ علم نے بڑے بڑے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ توحید۔

۲۔ احکام۔

۳۔ حکایات وقصص اور تاریخِ امم۔

حکایات وقصص اور واقعات وتاریخ کی تاثیر سے انکار ممکن نہیں، ان کے فطرتِ انسانی کے لیے مرغوب ہونے کے پہلو کو پیشِ نظر رکھ کر ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس قرآنِ کریم میں اس کا خاص اہتمام فرمایا ہے کہ موقع بہ موقع مختلف اقوام وملل کے واقعات وقصص اور حکایات بیان کرکے بات کو قریب الفہم بنا دیا ہے۔

کتاب میں کہیں کہیں حوالہ جات موجود تھے اور بعض واقعات وقصص کے حوالے تشنۂ تکمیل تھے جنھیں کسی حد تک ہم نے مکمل کر دیا ہے۔ وللّٰہ الحمد۔

علاوہ ازیں کتاب کی طباعت واشاعت میں کسی بھی طرح سے تعاون کرنے والے اپنے تمام احباب کے بھی شکر گزار ہیں۔

فَجَزَانا اللّٰہُ خَیْرَ فِي الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ و السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ الخبر۔

ابو عطاء المنعم رضاء اللہ بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ ورعاہ وجعل الجنۃ مثواہ

24۔ جمادی الاولیٰ ۔ 1447ھ ۔ 15 نومبر ۔ 2025 یوم السبت

نابینا نے بینا کو راہ دکھلائی

اُس وقت میری عمر تیس (۳۰) سال تھی جب میری بیوی نے میرے پہلے بیٹے کو جنم دیا... میں آج تک اس رات کو نہیں بھلا سکا... کیونکہ میں رات گئے تک اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ریسٹ ہاؤس میں بیٹھا رہا، جہاں ہم لایعنی باتوں میں رات گئے مصروف و مشغول رہتے تھے۔ اور اسی پر بس نہیں، بلکہ دوسروں کی چغلی کھانا، غیبت کرنا، ناجائز و حرام طور پر لوگوں کی پگڑیاں اچھالنا اور ان کا مذاق اڑانا اس پر مستزاد تھا... دوسروں کو ہنسانے کا کام زیادہ تر میں ہی کیا کرتا تھا... میں ہی زیادہ تر چغلی و غیبت کرتا اور میرے دوست سن سن کر کھِلکھِلاتے اور قہقہے لگا لگا کر ہنستے تھے... مجھے وہ رات اب بھی اچھی طرح سے یاد ہے کہ اُس رات میں نے انھیں خوب ہنسایا تھا۔

میں دوسروں کی نقلیں اتارنے کا عجیب ملکہ رکھتا تھا۔ میں اپنی آواز کو بدل کر اس شخص کی آواز کے قریب تر کر لیتا تھا جس کا مذاق اڑانا ہوتا تھا۔

جی ہاں! میں ہر کسی کا تمسخر اڑاتا رہتا تھا۔

اور تو اور خود میرے اپنے دوست بھی میرے ہاتھوں نہیں بچ پائے تھے، حتی کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کر دی تھی، تاکہ وہ میری زبان کے تیر و نشتر سے محفوظ رہ سکیں.. مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس رات میں نے بازار میں بھیک مانگنے والے ایک بھکاری کا مذاق اڑایا اور انتہائی خطرناک حرکت یہ کی کہ اس کے سامنے اپنا پاؤں کر کے اسے ایسا اڑنگا لگایا کہ وہ بیچارہ ٹھوکر کھا کر گرا اور پھر بیٹھ کر اپنے سر کو یوں پھیرنے لگا کہ گویا یہ کہہ رہا ہو کہ معلوم نہیں میں اسے کیا کہوں؟ میرے زوردار قہقہوں سے سارا بازار گھونج اٹھا... اور میں حسبِ عادت اس رات بھی بہت دیر سے گھر لوٹا.. کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی میرے انتظار میں بیٹھی ہے اور اس کی حالت انتہائی قابلِ ترس نظر آرہی تھی۔ اس نے کپکپاتی اور ٹوٹتی ہوئی آواز میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

راشد! تم کہاں تھے؟ میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: میں مریخ پر تو نہیں تھا، اپنے دوستوں کے ساتھ ہی تھا۔ نقاہت و کمزوری کے آثار اس پر واضح نظر آرہے تھے۔ اس نے رندھی ہوئی آواز سے کہا:

راشد! میں بہت تکلیف میں ہوں۔ لگتا ہے بچے کی ڈلیوری کا وقت بہت ہی قریب آچکا ہے۔ یہ کہتے کہتے ایک خاموش آنسو اُس کے رخسار پر ڈھلک آیا۔

اب میرے اندر یہ احساس جاگنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کے بارے میں انتہائی بے پروائی سے کام لیا ہے۔ جبکہ میرا فرض یہ تھا کہ میں اس کا خیال رکھتا... خصوصاً جبکہ وہ نویں مہینے میں تھی۔

میں فوراً اسے ہسپتال لے گیا، اسے میٹرنٹی وارڈ() کے لیبر روم میں داخل کر لیا گیا، جہاں وہ کئی گھنٹے تکالیف و آلام برداشت کرتی رہی۔ میں بڑی بے صبری سے بچے کی ولادت کا انتظار کر رہا تھا، حتی کہ میں انتظار کرتے کرتے تھک گیا... اور گھر چلا آیا... آتے ہوئے وہاں کے عملے کو اپنا فون نمبر دے آیا تاکہ وہ مجھے خوشخبری دے سکیں۔ ایک گھنٹے کے بعد فون کی بیل() ہوئی، ریسیور اٹھایا تو ہسپتال والوں نے مجھے خوشخبری دی کہ تمھارے آنگن میں

ایک پھول کھل گیا ہے، جس کا نام میں نے پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا کہ "سالم" ہو گا۔ میں بڑی تیزی سے ہسپتال پہنچا، جاتے ہی میں نے عملے سے اپنی بیوی کا کمرہ پوچھا... انھوں نے کہا کہ پہلے آپ اُس ڈاکٹر صاحبہ سے مل لیں جو ڈیلیوری (DELIVERY) کی انچارج تھیں۔

میں نے چلاّتے ہوئے کہا: کونسی ڈاکٹر صاحبہ سے مل لوں؟۔ مجھے سب سے پہلے اپنے بیٹے "سالم" کو دیکھنا ہے۔

انھوں نے کہا: آپ پہلے ڈاکٹر صاحبہ سے مل لیجیے۔ میں ڈاکٹر صاحبہ کے کمرے میں داخل ہوا... تو اس محترمہ نے مصائب ومشکلات اور آزمائشوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور اللہ کی لکھی تقدیر وقضا پر خوشی ورضا کی تلقین کرنے کے بعد بتایا کہ تمھارے بیٹے کی دونوں آنکھوں کو بغور دیکھنے سے پتا چل رہا ہے کہ وہ شاید بینائی کی نعمت سے محروم نابینا ہے!! میں نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا... اور ساتھ ہی مجھے وہ نابینا بھکاری یاد آ گیا... جسے سرِ بازار میں نے اڑنگا لگا کر گرایا اور لوگوں کو اس پر ہنسایا تھا۔ سبحان اللہ! سچ ہے: "جیسا کرنا، ویسا بھرنا۔" اور "جو بوو گے، سو کاٹو گے۔" () تھوڑی دیر کے لیے شدّتِ غم سے میری زبان گنگ ہو گئی... مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں کیا کہوں؟... پھر مجھے میری بیوی اور بیٹا یاد آ گئے... میں نے ڈاکٹر صاحبہ کے اس لطیف اندازِ نصیحت اور ملائم گفتگو پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنی اہلیہ کو دیکھنے کے لیے چل دیا... میری بیوی غمگین نہیں ہوئی... وہ اللہ کی قضا وقدر پر ایمان رکھنے والی اور اس پر رضامند تھی۔

اس نے ہمیشہ مجھے لوگوں کا مذاق اڑانے سے باز رہنے کی ہی نصیحت کی... وہ ہمیشہ مجھے یہی کہا کرتی کہ لوگوں کی غیبت نہ کیا کریں... اور نہ ہی کسی کی چغلی کھایا کریں۔

بیوی کو ڈسچارج () کروا کر ہم ہسپتال سے باہر نکلے اور سالم بھی ہماری گود میں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے اس بیٹے کی کبھی پرواہ نہ کی تھی... میں یہی سمجھتا جیسے کہ وہ گھر میں موجود ہی نہیں۔

جب کبھی وہ کسی وجہ سے زور زور کے ساتھ روتا تو میں بیڈ روم سے بھاگ نکلتا اور ڈرائنگ روم میں جا سوتا... تاہم میری اہلیہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی اور اسے بہت ہی لاڈ و پیار دیتی تھی... جہاں تک میری ذات کا معاملہ ہے، میں اس سے نفرت تو نہیں کرتا تھا لیکن میں اس سے محبت بھی نہ کر سکا... سالم بڑا ہو گیا... اب اس نے گھِسٹ کر چلنا شروع کر دیا تھا...

اس کا گھسٹنا بھی کچھ عجیب قسم کا تھا... اس کی عمر ایک سال ہونے کو آئی تھی اور اس نے چلنے کی کوشش شروع کی تو ہمیں ایک نئے انکشاف کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ نابینا ہونے کے ساتھ ساتھ لنگڑا بھی ہے... اب تو وہ مجھے پہلے سے بھی زیادہ بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔

اس کے بعد میری بیوی نے دو دوسرے بیٹوں عمر اور خالد کو بھی جنم دیا... سالوں پہ سال گزرتے گئے... سالم بڑا ہو گیا اور اس کے دونوں بھائی بھی بڑے ہو گئے... میں گھر میں بیٹھے رہنا پسند نہیں کرتا تھا... بلکہ ہمیشہ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر سے باہر ہی زیادہ وقت گزارہ کرتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں

ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا... میری بیوی میری اصلاح سے کبھی مایوس نہیں ہوئی... وہ ہمیشہ میری ہدایت اور سدھرنے کی دعائیں کرتی رہی اور میرے اس غافلانہ رویے پر اس نے ناراضگی کا اظہار کبھی نہیں کیا۔

البتہ جب کبھی سالم کے بارے میں میری لاپرواہی محسوس کرتی اور دوسرے بچوں سے میری محبت و شفقت دیکھتی... تو اس دورُخی پر وہ حزن و ملال میں مبتلا ہو جاتی... سالم بڑا ہوتا گیا اور اس کے ساتھ ہی میرا غم بھی بڑھتا گیا۔ جب میری بیوی نے مطالبہ کیا کہ میں سالم کو اپاہج () بچوں کے اسپیشل سکول میں داخل کروادوں تو میں نے اسے منع نہیں کیا... مجھے سالوں پہ سال گزرتے چلے جانے کا کوئی احساس تک بھی نہیں ہوا، شب و روز ایک ہی طرز پر گزرتے جا رہے تھے۔ کام کرنا، سونا، کھانا اور راتوں کو بے مقصد جاگنا۔ جمعہ کا ایک دن تھا کہ میں دوپہر گیارہ بجے نیند سے بیدار ہوا... میرے نزدیک ابھی بہت سویرا تھا۔ میں ایک ولیمہ پارٹی میں مدعو () تھا... میں نے نیا خوبصورت لباس زیبِ تن کیا، اپنے آپ کو پرفیوم سے خوب معطّر کیا اور گھر سے باہر نکلنے کے لیے کوریڈور سے گزر رہا تھا کہ سالم پر نگاہ پڑی جو بڑی دلسوزی کے انداز سے رو رہا تھا... اس منظر نے میرے قدم روک لیے... سالم کے بچپن سے لے کر آج تک یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے رونے نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا ہو۔ دس سال گزر گئے تھے کہ میں نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی... اس مرتبہ بھی میں نے اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی مگر مجھ سے برداشت نہیں ہوا... میں کمرے میں ہی تھا کہ اس کے رونے اور اپنی ماں کو پکارنے کی آوازیں سن رہا تھا۔

میں اس کی طرف متوجہ ہوا... پلٹ کر اس کے قریب گیا... اور میں نے کہا: سالم! تم رو کیوں رہے ہو؟ جب اس نے میری آواز سنی تو رونا بند کر دیا اور جب اسے یہ شعور ہوا کہ میں اس کے قریب ہی ہوں تو اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو اِدھر اُدھر گھما کر اپنے چاروں طرف کچھ ٹٹولنا شروع کر دیا... اسے کیا ہوا ہے؟... میں نے محسوس کیا کہ یہ تو مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے!! اور یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہو کہ ابو جان! اب آپ کو میرے وجود کا احساس ہوا ہے؟ گذشتہ دس سالوں کے دوران آپ کہاں تھے؟

میں اس کے پیچھے ہی ہو لیا جبکہ وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گیا... شروع میں تو اس نے اپنے رونے کی وجہ بتانے سے انکار کر دیا لیکن جب میں نے اس سے اپنی شفقت و محبت کا اظہار کیا اور پیار سے سبب دریافت کیا تو اس نے اپنے رونے کا سبب بتانا شروع کر دیا۔ میں غور سے اس کی بات سن رہا تھا اور اندر ہی اندر خون کے آنسو پی رہا تھا۔ جانتے ہیں کہ اس نے اپنے رونے کی وجہ کیا بتائی تھی؟ وجہ یہ تھی کہ اس کا بھائی عمر اس کے پاس پہنچنے سے لیٹ ہو گیا تھا جو اسے مسجد پہنچایا کرتا تھا۔

آج چونکہ جمعہ کا دن تھا... اسے ڈر لگنے لگا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو آج اسے نماز جمعہ کے لیے صفِ اول میں جگہ نہ ملے... اس نے پھر سے کبھی عمر کو اور کبھی اپنی ماں کو آوازیں دینا شروع کر دیں... مگر اُس کی آواز کو سننے والا اس کے قریب دوسرا کوئی نہیں تھا... میں نے اس کی بے نور آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرتے آنسوؤں کو دیکھنا شروع کیا... اور میں اس کی باقی گفتگو سننے کا متحمل ہی نہ ہوا... میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا... اور اس سے کہا: اے سالم! تم اس وجہ سے رو رہے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں! میں اپنے دوستوں ساتھیوں کو بھول گیا... میں دعوتِ ولیمہ کو بھی بھلا بیٹھا... اور بے ساختہ میں نے کہا:

سالم! غمگین نہ ہو... جانتے ہو آج تمھیں مسجد کون لے جائے گا؟ اس نے بڑی معصومیت سے کہا: یقینا مجھے صرف عمر ہی مسجد لے جائے گا... لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ ہمیشہ لیٹ ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: نہیں سالم! آج تجھے عمر نہیں بلکہ میں خود مسجد لے کر جاؤں گا۔

سالم یہ بات سن کر دم بخود سا رہ گیا... اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ سمجھا کہ میں شاید اس کا مذاق اڑا رہا ہوں... وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش رہا اور پھر اس نے رونا شروع کر دیا... میں نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اس کی آنکھوں سے برسنے والے آنسو پونچھے... اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے گاڑی میں بٹھا کر مسجد پہنچاؤں... مگر اس نے یہ کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ کر جانے سے انکار کر دیا:

''مسجد تو قریب ہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے قدموں پر چل کر مسجد جاؤں، کیونکہ ہر قدم ہر نیکی ملتی ہے۔'' اللہ کی قسم! اس نے مجھے یہی کہا... میں نہیں جانتا کہ مسجد میں آخری مرتبہ کب داخل ہوا تھا، لیکن یہ پہلی بار تھا کہ میں مسجد میں داخل ہوتے خوف اور ندامت محسوس کر رہا تھا۔ میرا یہ خوف وندامت گذشتہ کئی سالوں میں مجھ سے سرزد ہونے والی کوتاہی کی وجہ سے تھے... مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی اور اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہی تھی، تاہم مجھے سالم کے لیے صفِ اول میں جگہ مل گئی۔

ہم دونوں نے اکٹھے ہی خطبہ جمعہ سنا اور اس نے میرے پہلو میں ہی نماز جمعہ ادا کی... لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ سالم نے میرے پہلو میں نہیں بلکہ میں نے سالم کے پہلو میں نماز ادا کی... نماز ادا کر چکے تو سالم نے مجھ سے قرآنِ کریم طلب کیا... مجھے بڑا تعجب ہوا... میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو نابینا ہے، یہ قرآنِ کریم کی تلاوت کیسے کرے گا؟ قریب تھا کہ میں اس کی بات کو سنی اَن سنی کر دوں لیکن پھر میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے اسے قرآنِ کریم پکڑا ہی دیا تاکہ اس کے جذبات مجروح نہ ہوں... اب اس نے مطالبہ کیا کہ میں قرآنِ کریم کو کھول کر سورۃ الکہف نکالوں... میں نے صفحات کو الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا... کبھی میں سورتوں کی فہرست کو دیکھنے لگتا۔

غرض میں نے سورۃ الکہف کی جگہ نکال ہی لی... اس نے قرآنِ کریم میرے ہاتھ سے لیا... اسے اپنے سامنے رکھا... اور سورۃ الکہف کی تلاوت شروع کر دی جبکہ اس کی دونوں آنکھیں بند تھیں۔

یااللہ!! اسے تو پوری سورۃ الکہف زبانی یاد (حفظ) تھی!! اب میں دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا... میں نے بھی مصحف ہاتھ میں لے لیا... میرے جوڑ جوڑ پر رعشہ کی حالت طاری تھی۔

میں نے قرآنِ کریم کی تلاوت کی۔ اور آج خوب تلاوت کی... اور اپنے رب سے دعائیں کیں کہ وہ مجھے میرے گناہ بخش دے اور مجھے راہِ ہدایت پر لگا دے... اب مجھ سے اپنے دل پر قابو نہ رہا اور میں نے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا... ابھی کچھ لوگ مسجد میں موجود تھے جو فرائضِ جمعہ کے بعد والی سنتیں پڑھ رہے تھے... میں شرم کے مارے اپنے رونے پر قابو پانے لگا تو میرا رونا ہچکیوں اور سسکیوں میں بدل گیا... مجھے اپنا کوئی ہوش نہ رہا کہ اسی عالم میں مجھے ایک ننھے منے ہاتھ کا شعور و احساس ہوا جو میرا چہرہ ڈھونڈ رہا تھا... اور پھر اس نے میرے آنسو پونچھے۔

یہ سالم تھا... میں نے اسے اپنی گود میں لے کر سینے سے لگالیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اندر ہی اندر کہنے لگا... تم نابینا نہیں ہو... بلکہ دراصل اندھا تو میں ہوں، جو ان فاسق وفاجر دوستوں کے پیچھے کھچا چلا جاتا رہا جو مجھے نارِ جہنم کی طرف گھسیٹتے لیے جا رہے تھے۔

مسجد سے ہم باپ بیٹا دونوں گھر لوٹے تو دیکھا کہ میری بیوی سالم کے بارے میں بڑی تشویش میں مبتلا تھی۔ لیکن اب اس کی تشویش خوشی کے جذبات سے مغلوب ہو کر آنسوؤں کی جھڑی کی شکل اختیار کر گئی کیونکہ اسے پتا چلا کہ آج سالم کے ساتھ میں نے بھی نماز جمعہ ادا کی ہے۔ وہ دن اور آج کا دن۔ میں نے کبھی مسجد میں نمازِ باجماعت قضا نہیں ہونے دی۔ میں نے اپنی بُری سوسائٹی کو چھوڑ دیا اور بُرے ساتھیوں سے ناتا توڑ لیا۔ ان کی بجائے اب میری دوستی اُن اچھے اور نیک لوگوں سے ہو چکی تھی جن سے میرا ملنا جلنا مسجد میں ہوا۔ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے بعد میں نے ایمان کی صحیح حلاوت وشیرینی پائی اور خوب مزہ چکھا۔

ان سے میں نے وہ چیزیں سیکھیں جن سے مجھے دنیاداری نے غافل کر رکھا تھا۔ میں نے کبھی کوئی حلقۂ ذکر و درس نہیں چھوڑا اور نہ ہی میں نے کبھی نمازِ وتر و تہجد قضا ہونے دی ہے۔ اور صرف ایک ہی مہینے میں میں نے کئی مرتبہ پورے قرآنِ کریم کو ختم کیا۔ میں اپنی زبان کو ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے تر رکھتا ہوں تاکہ شاید اللہ تعالیٰ اسی طرح ہی میرا دین سے دور رہنا، لوگوں سے تمسخر کرنا اور ان کا مذاق اڑانا مجھے بخش دے۔

میں نے محسوس کر لیا ہے کہ میں اب اپنے افرادِ خانہ سے پہلے کی نسبت بہت ہی قریب ہو گیا ہوں۔ اب وہ خوفزدہ سی اور ڈری ہوئی نظریں غائب ہو گئی ہیں جو میری بیوی کی آنکھوں سے جھلکا کرتی تھیں۔ میرے بیٹے سالم کے ہونٹوں پر ہر وقت تبسّم و مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے.. جو اسے دیکھے وہ سمجھتا ہے کہ جیسے اسے پوری دنیا اور اس کی تمام تر دولتیں مل گئی ہیں.. میں اللہ تعالیٰ کی اِن نعمتوں پر اس کا بہت ہی زیادہ شکر ادا کرتا ہوں..

ایک دن میرے کچھ ساتھیوں نے پروگرام بنایا کہ دور دراز اور پسماندہ علاقوں کا سفر کیا جائے اور وہاں کے لوگوں میں صحیح عقیدہ کی طرف دعوت و تبلیغ اور خالص کتاب و سنت پر مبنی دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔ میں شروع میں کچھ متردّد رہا۔ پھر میں نے اللہ سے راہنمائی طلب کرنے کے لیے نمازِ استخارہ پڑھی اور اپنی اہلیہ سے بھی مشورہ طلب کیا.. مجھے توقع تھی کہ وہ انکار کر دے گی۔ لیکن معاملہ اس کے سراسر برعکس نکلا! وہ میری بات سن کر بہت ہی خوش ہوئی۔ بلکہ فرحت و مسرّت کے اظہار کے ساتھ ساتھ ہی اس نے اس سلسلہ میں میری خوب ہمت بندھائی اور میری حوصلہ افزائی کی۔ وہ اس سے پہلے مجھے اس حالت میں دیکھا کرتی تھی کہ میں فسق وفجور پر مبنی اور گناہ بردوش سفروں کے لیے اس کے مشورے کے بغیر ہی نکل کھڑا ہوا کرتا تھا۔

اب میں اپنے لاڈلے سالم کی طرف چل دیا۔ اسے میں نے بتایا کہ میں سفر میں جانے والا ہوں۔ اس نے مجھے اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھوں میں سمیٹ لیا اور فرحاں وشاداں مجھے الوداع کیا۔ میں نے ساڑھے تین ماہ کا عرصہ اپنے گھر سے باہر گزارا۔ اس دوران میں مجھے جب جب بھی موقع ملتا، میں اپنی بیوی سے فون پر رابطہ کرتا اور اپنے بیٹوں سے بھی گفتگو کرتا۔ مجھے ان سب کی یاد بہت ستانے لگی تھی۔ لیکن آہ! مجھے سب سے زیادہ سالم کی یاد آتی تھی۔ مجھے اس کی آواز سننے کی سخت تمنّا تھی۔

صرف اکیلا وہی تھا کہ جس نے جب سے میں سفر پر نکلا تھا، تب سے میرے ساتھ بات نہیں کی تھی۔ میرے فون کرنے پر کبھی وہ مدرسے میں ہوتا تو کبھی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ میں نے جب بھی سالم سے ملنے اور بات کرنے کی تمنا و شوق کا اظہار کیا تو میری بیوی فرحت و مسرّت سے کھِل اٹھتی اور خوشی کے جذبات سے مغلوب ہو کر اس سے ہنسی پھوٹ پھوٹ پڑتی۔ سوائے میرے آخری فون پر۔

اس مرتبہ میں نے اس کی متوقع ہنسی کی آواز نہیں سنی۔ اس کی آواز کچھ بدلی بدلی سی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ سالم کو میرا سلام دینا۔ اس نے کہا: ان شاء اللہ۔ اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ بالآخر میں اپنا سفر مکمل کر کے گھر واپس لوٹ آیا۔ میں نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اور دل ہی دل میں یہ تمنّا لیے ہوئے تھا کہ کاش دروازہ کھولنے کے لیے سالم آئے۔

لیکن دروازہ کھولنے والا میرا بیٹا خالد تھا، جس کی عمر ابھی چار سال بھی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں میں لپٹا لیا اور وہ خوشی سے ابو، ابو چلّائے جا رہا تھا۔ پتا نہیں کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد میں اپنے دل میں گھٹن سی کیوں محسوس کرنے لگا؟ میں نے شیطان کے شرّ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھا۔ اتنے میں میری اہلیہ میری طرف بڑھتی آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ کچھ بدلا بدلا سا تھا۔ وہ مصنوعی سی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس سے پوچھا:

تمھیں کیا ہوا ہے؟

اس نے کہا: کچھ بھی تو نہیں۔ اتنے میں مجھے سالم کی یاد آ گئی۔

میں نے کہا: سالم کہاں ہے؟

اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور منہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔

تاہم شدّتِ غم سے اس کی آنکھیں چھلک پڑیں اور ان سے گرم قسم کے آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک پڑے۔ میں نے چلاّتے ہوئے کہا:

سالم!! سالم کہاں ہے؟

اس وقت مجھے صرف اپنے بیٹے خالد کی آواز سنائی دی، جو اپنی ننھی منی توتلی سی آواز سے کہہ رہا تھا: بابا! تھالم توڈ ٹ - میں تلا گیا ہے۔ اللہ تے پاش۔!!

میری اہلیہ اس منظر کو برداشت نہ کر سکی اور پھُو ٹ پھُو ٹ کر رونے لگی۔ قریب تھا کہ شدّتِ حزن و ملال سے وہ زمین پر گر پڑے۔

اب میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ میرے واپسی کے پروگرام سے دو ہفتے قبل اسے سخت بخار آیا۔ میری اہلیہ اسے ہسپتال لے گئی۔ بخار مزید شدّت اختیار کر گیا۔ جو اس کی جان چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اور بالآخر اسی بخار کے نتیجے میں اس کی روح قفصِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سالم وفات پا گیا۔ وہ تو اپاہج و نابینا تھا۔ مگر مجھ جیسے آنکھوں والے اندھے کو راہ دکھلا گیا!!

ایک تھا بادشاہ

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا دل ہدایت کی راہ اختیار کرنے کا بڑا مشتاق ہوتا ہے۔ لیکن غرور و تکبر انھیں احکامِ دین کی پیروی کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ جی ہاں! اپنے کپڑوں کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے اور ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرنے میں ان کا غرور و تکبر آڑے آجاتا ہے۔ ان کے نزدیک اپنے پروردگار کی اطاعت و فرماں برداری سے بڑھ کر ان کی جھوٹی شان و شوکت اور ظاہری حسن و جمال زیادہ مرغوب و محبوب ہوتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی معاملہ بعض عورتوں کا بھی ہوتا ہے۔ وہ شرعی حجاب اور پردے کے معاملے میں سُستی کا مظاہرہ کرتی ہیں.. اس طرح اپنے زعم میں وہ اپنی زیب و زینت کی تکمیل کرتی اور اپنی ہیئت و صورت اور حُسن و جمال میں اضافہ کرتی ہیں۔ ایسے ہی کچھ عورتیں اپنی بھنوؤں کے بال نوچ کر اور تنگ و چست لباس پہن کر اپنے رب کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کرنا چاہیں تو سرکش ہو جاتی اور تکبر کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ حالاں کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور و تکبر موجود ہے چہ جائیکہ یہ تکبر نہ صرف موجود ہو بلکہ قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ بھی بن رہا ہو۔ قبیلہ بنی غسّان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا۔ اس کے دل میں ایمان کا نور داخل ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط بھیجا، جس میں اس نے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ و تابعین اس بات کو سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکتوب لکھوا بھیجا اور انھیں حاضر ہونے کی اجازت عنایت فرمائی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ "تمھارے لیے بھی وہی تمام حقوق ہیں جو ہم تمام مسلمانوں کے ہیں اور تم پر بھی وہی فرائض و ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں، جو ہم سب پر ہیں۔

جبلہ اپنی قوم کے پانچ سو گھڑ سوار فوجی جوانوں کی معیت میں آیا۔ جب وہ مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو اس نے وہ شاہی لباس زیب تن کر لیا، جو سونے کی تاروں سے بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنے سر پر وہ تاج پہن لیا جو ہیروں اور جواہرات سے جڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے فوجیوں کو بھی انتہائی فاخرانہ لباس پہننے کا حکم دیا۔ پھر وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ اہلِ مدینہ میں سے سَبھی لوگ انھیں دیکھنے کے لیے نکلے، حتیٰ کہ عورتیں اور بچے بھی اس قابلِ دید منظر کو دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ جب شاہِ غسان جبلہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچا تو انھوں نے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے قریب بٹھایا۔

جب حج کا موسم آیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ ان کے ساتھ ہی جبلہ بھی حج کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ طواف کر رہا تھا تو بنی فزارہ کے ایک فقیر و نادار آدمی کا پاؤں جبلہ کی چادر پر پڑ گیا۔ جبلہ نے غضبناک ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے منہ پر زور سے تھپڑ دے مارا اور اس کی ناک توڑ دی۔ اس پر بنی فزارہ کے اس غریب آدمی کو بڑا غصہ آیا۔

اس نے جبلہ کے اس فعل کی شکایت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف پیغام بھیج کر اسے اپنے پاس منگوایا اور پوچھا:

اے جبلہ! تم نے دورانِ طواف اپنے اس بھائی کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا تھا؟ تم نے اس بیچارے کی ناک ہی توڑ دی ہے؟ اس نے پورے غرور و تکبر کے ساتھ جواب دیا: اس نے میری چادر پر اپنا پاؤں رکھا تھا۔ اگر مجھے بیت اللہ کی حرمت و تقدس کا پاس نہ ہوتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اب جبکہ تم اپنے اس فعل کا (اقرار و اقبالِ جرم) کر چکے ہو۔ تمھیں دو کاموں میں سے ایک تو کرنا ہی ہوگا: چاہو تو اسے کسی بھی طرح راضی کر کے اسے دعوے سے دست بردار کروا لو، ورنہ تم سے قصاص و بدلہ لیا جائے گا اور یہ مسکین و نادار فزاری شخص تمھارے منہ پر تھپڑ مارے گا۔

جبلہ نے کہا: یہ مجھ سے بدلہ لے گا، جبکہ میں بادشاہ اور یہ ایک سڑک چھاپ و فقیر انسان ہے؟

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جبلہ!

اسلام نے حقوق و فرائض میں تجھے اور اسے برابر کا حق دیا ہے۔ اگر کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت اور زیادہ مرتبہ حاصل ہے تو وہ صرف تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ جبلہ کہنے لگا: تب پھر میں نصرانی (عیسائی) ہو جاتا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:) ''جو شخص اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔'' (صحيح البخاري، رقم الحديث: ٦٥٢٤)

اگر تم نصرانی ہو جاؤ گے تو میں تمھاری گردن اڑا دوں گا۔

جبلہ نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے کل تک سوچنے کی مہلت عنایت فرمائیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ! تمھیں مہلت دی۔

جب رات ہوئی تو جبلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بھاگ نکلا۔ وہ قسطنطنیہ جا پہنچا اور وہاں جا کر عیسائی ہو گیا۔ جب اسے وہاں رہتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا۔ لذتوں کا دور بیت گیا اور حسرتوں کا وقت آ گیا۔ تب اسے پھر سے اپنے مسلمان ہونے کے دن یاد آ گئے۔ اسے نماز اور روزے کی لذت

ستانے لگی۔ وہ دینِ اسلام کو ترک کرنے پر بہت ہی نادم ہوا۔ اللہ رب العالمین کے ساتھ شرک کرنے پر پشیمان ہو کر رونے بیٹھ گیا اور ندامت کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اس نے کچھ اشعار کہے، جن میں اس نے اپنے مرتد ہو جانے پر شرمندی کا اظہار کیا۔

تَنَصَّرَتِ الأَشْرَافُ مِنْ عَارِ لَطْمَةٍ

وَمَا كَانَ فِيهَا لَوْصَبَرَتُ لَهَا ضَرَرُ

"اَشراف نے ایک تھپڑ کی عار سے عیسائیت قبول کر لی اور اگر وہ تھپڑ کھانا قبول کر لیتے تو اس میں کوئی ضرر و نقصان بھی نہ تھا۔"

تَكَنَّفَنِي مِنْهَا لَجَاجٌ وَنَخْوَةٌ

وَبِعْتُ لَهَا الْعَيْنَ الصَّحِيحَةَ بِالْعَوَرِ

"مگر اس کے حوالے سے مجھے ضد اور تکبر نے آگھیرا اور میں نے اس کے لیے صحیح و سلامت آنکھ کو بھینگی آنکھ کے بدلے بیچ دیا (یعنی اسلام چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کر لیا)۔"

فَيَا لَيْتَ أُمِّي لَمْ تَلِدْنِي وَلَيْتَنِي

رَجَعْتُ إِلَى الْقَوْلِ الَّذِي قَالَ لِي عُمَرُ

"کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی، افسوس! میں عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا مان لیتا۔"

وَيَا لَيْتَنِي أَرْعَى الْمَخَاضَ بِقَفْرَةٍ

وَكُنْتُ أَسِيرًا فِي رَبِيعَةَ أَوْ مُضَرَ

"کاش! میں کسی ویرانے میں اونٹ چراتا ہوتا اور میں بنو ربیعہ یا بنو مضر کے پاس قید ہوتا۔"

وَيَا لَيْتَ لِي بِالشَّامِ أَدْنَى مَعِيشَةٍ

أُجَالِسُ قَوْمِي ذَاهِبَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ

"کاش! میں ادنیٰ سی معیشت کے ساتھ شام میں اپنی قوم کے پاس اندھا اور بہرا بن کے بیٹھا رہتا۔"

مگر وہ عیسائی مذہب پر ہی اڑا رہا اور اسی حالت میں اسے موت آگئی۔ جی ہاں! وہ کفر کی حالت میں ہی مر گیا، کیوں کہ اس نے اللہ رب العالمین کی شریعت کے سامنے تذلل و انکساری اختیار کرنے سے تکبر کیا تھا۔ (البداية والنهاية: ۸/ ۶۲)

ایک داعی ڈانس کلب میں

یہ واقعہ ایک کتاب میں ہیں

ہمارے محلے میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، جس میں ایک عمر رسیدہ اور بہت بڑے داعی و مبلغِ دین لوگوں کی امامت کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی ہی لوگوں کو نماز پڑھانے اور انھیں دین کی تعلیم دینے میں بسر کر دی تھی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ نمازیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ وہ نمازیوں پر خوب نظر رکھتے اور اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔ وہ انھیں اپنی اولاد سمجھتے تھے۔

ایک دن اس نیک انسان نے نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اکثر لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ خاص طور پر نوجوان طبقہ مسجد کے قریب ہی نہیں آتا اور نہ ہی مسجد کی راہ جانتا ہے؟ مسجد میں موجود نمازیوں نے امام صاحب کو جواب دیا: لوگ رقص گاہوں اور لہو و لعب کی جگہوں میں مگن ہیں۔

امام صاحب نے کہا: رقص گاہیں!! یہ رقص گاہیں کیا ہیں؟ ایک شخص نے کہا: رقص گاہ ایک ہال کی شکل میں ہوتی ہے جس میں لکڑی کا سٹیج بنا ہوا ہوتا ہے۔ نوخیز دوشیزائیں اس پر چڑھ کر رقص (ڈانس) کرتی ہیں اور لوگ اردگرد بیٹھے، انھیں رقص کرتے دیکھتے ہیں۔

یہ سنتے ہی امام کے ساتھ آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ وہ رقص گاہ تک جا پہنچے۔ ڈانس کلب کے مالک نے دور ہی سے انھیں آتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ سمجھا کہ شاید یہ لوگ کہیں لیکچر یا درس دینے کے لیے جا رہے ہیں۔ جب وہ رقص گاہ کے پاس پہنچ گئے تو اسے بڑا تعجب ہوا۔ جب وہ ڈانس کلب کے دروازے پر جا نکلے تو اس کے مالک نے ان سے پوچھا۔ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ شیخ نے کہا: ہم تمھاری اس ڈانس کلب میں محو تماشا لوگوں کو کچھ وعظ و نصیحت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر کلب کے مالک کو بہت ہی تعجب ہوا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا اور ان کا مطالبہ ماننے میں عذر معذرت کرنے لگا۔ شیخ صاحب نے اسے بہت سمجھایا، اس کے لیے اجرِ عظیم اور ثوابِ کثیر بتایا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اب شیخ نے اجازت دینے کے معاوضے میں اسے مال دینے پر سودے بازی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ انھوں نے اسے اتنا مال دینے کی پیشکش کر دی جتنی اس کی ایک دن کی کل آمدن ہوتی تھی۔ اس معاوضے پر ڈانس کلب کا مالک مان گیا۔

لیکن اس نے مطالبہ کیا کہ وہ کل ڈیلی ڈانس پروگرام کے آغاز کے وقت آجائیں۔ اگلا دن آیا۔ لوگ رقص گاہ میں جمع ہو گئے۔ سٹیج اور سارا ہال منکرات و فواحش سے پُر تھا۔ شیاطین ہال میں موجود لوگوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے اور وہ ان کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔ اچانک پردہ گرایا گیا۔ اور پھر جب پردہ اُٹھا۔ تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ سٹیج پر ایک باوقار شیخ کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔

سب لوگ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ انھیں سخت تعجب ہوا۔ اور ان میں سے بعض لوگ تو سمجھے کہ یہ کسی مزاحیہ ڈرامے اور کامیڈی پروگرام کا کوئی حصہ ہے۔ امام محترم نے اپنی گفتگو کے آغاز میں پہلے بسم اللہ پڑھی، پھر اللہ عزّوجل کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر درود و سلام بھیجا۔ پھر انھوں نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا شروع کیا۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

بعض تو ہنسنے لگے۔ اور بعض نے اس پر تنقید شروع کر دی۔ کچھ تو ایسے بھی تھے جنھوں نے شیخِ محترم پر فقرے کسنا، ان کا مذاق اڑانا اور ہوٹنگ (hooting) کرنا شروع کر دیا۔ موصوف اپنے وعظ میں لگے رہے اور ان لوگوں کی باتوں اور حرکتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ وہاں موجود لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا۔ اس نے لوگوں کو خاموش کروایا۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ تم ایک مرتبہ توجہ سے اس بزرگ کی بات تو سن لو۔ لوگوں پر خاموشی چھانے لگی۔ اور دلوں پر سکینت و اطمینان کا نزول شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ سب آوازیں بند ہو گئیں۔ شیخ صاحب کے سوا کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شیخ نے وہ باتیں کہیں جو انھوں نے اس سے قبل نہیں سنی تھیں۔ وہ آیاتِ قرآنیہ پڑھیں جو پہاڑوں کو لرزا کر رکھ دینے والی ہیں۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مثالیں پیش کیں۔ بعض نافرمانوں کی توبہ کے واقعات ذکر کیے۔ اور خود اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگے: اے لوگو! تم طویل عرصے سے جی رہے ہو۔ تم نے اللہ کی بہت نافرمانیاں کی ہیں۔ ان نافرمانیوں کی لذت اب کہاں گئی ہے؟

وہ سب لذتیں تو گئیں البتہ اب صرف اعمال نامے کے سیاہ ورق رہ گئے ہیں۔ ان نافرمانیوں کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا۔ عنقریب ایک ایسا دن آئے گا جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور صرف واحد و قہّار اللہ کی ذاتِ گرامی ہی رہ جائے گی۔

اے لوگو! کیا آپ نے اپنے اعمال پر کبھی نظر دوڑائی اور یہ سوچا ہے کہ وہ آپ کو کس طرف لیے جا رہے ہیں؟ آپ اس دنیا کی آگ کو برداشت نہیں کر سکتے جبکہ یہ جہنم کی آگ کے ستّر اجزاء میں سے سترّواں حصہ (کم گرم) ہے۔ لوگو! اللہ نے تم سے ایسا کیا سلوک کیا ہے کہ تم اس کی نافرمانی پر اتر آئے ہو؟ کیا اس کی خیرات و برکات تم پر نازل نہیں ہو رہیں؟ جبکہ تمھاری طرف سے صرف شرّ ہی شرّ اٹھ رہا ہے۔ وہ تم پر اپنی نعمتیں نازل فرما کر تمھیں اپنا محبوب بنا رہا ہے اور تم ہو کہ نافرمانیاں کر کے اس کے نزدیک ناپسندیدہ بننے پر تلے ہوئے ہو۔!

شیخ صاحب وعظ فرما رہے تھے اور فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر ان کی آواز رندھ رہی تھی۔ ان کی زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ ان کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بات سننے والوں کے دلوں پر اثر انداز و چسپاں ہوتی جا رہی تھی۔ اب لوگوں نے رونا شروع کر دیا تھا۔ شیخِ محترم نے مزید وعظ کیا اور پھر تمام حاضرین کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعائیں شروع کر دیں۔ اور وہ سب بڑی عاجزی کے ساتھ ان کی دعاؤں پر آمین آمین کہتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت ان کی شخصیت پر بڑا اجلال و وقار طاری تھا۔

امام صاحب وہاں سے باہر نکل آئے۔ ان کے پیچھے ہی تمام لوگ بھی باہر آ گئے۔ جی ہاں! سبھی لوگ۔ ان تمام لوگوں نے اس بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ انھوں نے اس دنیا میں اپنے وجود کا بھید اور تخلیق کا مقصد پہچان لیا تھا۔ انھیں اس بات کی بھی سمجھ آ چکی تھی کہ قیامت کے دن جب اعمال نامے اڑیں گے اور برائیاں بہت بڑھ چکی ہوں گی تو اس وقت انھیں کوئی ڈانس اور کوئی لذت فائدہ نہ دے سکے گی۔ اور تو اور خود ڈانس کلب کا مالک بھی توبہ تائب ہو گیا اور وہ بھی اپنے فعلِ ماضی پر نادم و شرمندہ تھا۔

گمراہ بوڑھا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان حق کو پہچان لیتا ہے اور اس کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اسے متاعِ دنیا بہکا دیتی ہے اور وہ معصیت و نافرمانی پر ہی اڑا رہتا ہے۔ جی ہاں! کبھی منصب و مال، کبھی جاہ و جلال اور کبھی دوستیاں قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں، آدمی اسی کی وجہ سے دین پر استقامت اختیار کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت ہی بہتر اور دائمی ہے۔

اعشیٰ بن قیس ایک بہت ہی بڑا اور قادر الکلام شاعر تھا۔ وہ عمر کے لحاظ سے بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا۔ وہ نجد کے علاقہ یمامہ سے چلا، کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی سواری پر بیٹھا بڑے جذب و شوق کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے رواں دواں تھا اور فرطِ مسرّت سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ گوئی و نعت خوانی کرتا جارہا تھا:

أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةً أَرْمَدَا

وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيمُ مُسَهَّدَا

"کیا آشوب چشم کی وجہ سے رات بھر تیری آنکھ نہ لگی اور تو نے سانپ گزیدہ شخص کی طرح بے خوابی میں رات بسر کی۔"

أَلَا أَيُّهٰذَا السَّائِلِي أَيْنَ يَمَّمَتْ

فَإِنَّ لَهَا فِي أَهْلِ يَثْرِبَ مَوْعِدًا

"خبردار! اے مجھ سے دریافت کرنے والے! کہ میری اس اونٹنی نے کہاں کا قصد و ارادہ کیا ہے؟ (تو سن!) اہلِ یثرب کے ہاں اس کی ملاقات کا وقت مقرر ہے۔"

نَبِيٌّ يَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَذِكْرُهُ

أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

"وہ ایسا نبی ہے جو ان چیزوں کو دیکھ لیتا ہے، جنھیں تم نے نہیں دیکھتے اور ملک کے نشیب و فراز میں اس کی شہرت کا چرچا ہو چکا ہے۔"

أَجِدُکَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاۃَ مُحَمَّدٍ

نَبِيِّ الإِلٰہِ حَیْثُ أَوْصٰی وَأَشْھَدَا

"میں تجھے اس طرح پاتا ہوں کہ تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وصیت نہیں سنی، وہ اللہ کے نبی ہیں جنھوں نے وصیت اور تلقین کی۔"

إِذْ أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقٰی

لَاقَیْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

اگر تو نے (اس دنیا سے) تقویٰ کا زادِ راہ اور توشہ لے کر کوچ نہ کیا اور موت کے بعد تیری ملاقات ایسے شخص سے ہوئی جو (اس تقویٰ کے) زادِ راہ اور توشے سے مالا مال ہے۔"

نَدِمْتَ عَلٰی أَنْ لَا تَکُوْنَ کَمِثْلِہٖ

فَتُرْصِدُ لِلْأَمْرِ الَّذِيْ کَانَا أَرْصَدَا

"تو تو اس پر نادم و پشیمان ہو گا کہ تو اس کی طرح کا نہ ہوا کہ تو بھی اس معاملے (حساب کتاب) کے لیے وہ کچھ تیار کرتا، جو اس نے تیار کیا ہے۔"

وہ جنگلوں اور صحراؤں کی وسعتوں کو طے کرتا چلا گیا، جذب و شوقِ زیارت اور حبِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھینچے لیے جارہی تھی۔ وہ اسلام لانے کی خواہش سے معمور اور عباتِ اصنام و اوثان سے نافور تھا۔

جب وہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکین آڑے آئے اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے انھیں بتایا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے جارہا ہے۔ تو مشرکین اس بات سے ڈر گئے کہ اگر یہ عظیم شاعر بھی مسلمان ہو گیا تو مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ پہلے ایک ہی شاعر سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے شعروں سے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے اور اگر عرب کا یہ معروف شاعر بھی مسلمان ہو گیا تو ہماری کیا درگت نہ بنے گی۔؟ انھوں نے اس سے کہا:

اے اعشیٰ! تیرا اور تیرے آباو اجداد کا دین ہی تمھارے لیے بہتر ہے۔

اس نے صاف جواب دیا اور کہا: نہیں، بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی بہت بہتر، انتہائی مناسب اور درست ہے۔

ان لوگوں نے ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھا اور ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے کہ اسے دین اسلام قبول کرنے سے کیسے روکیں؟ اب انھوں نے اسے کہا:

اے اعشیٰ! وہ نبی تو زناکاری کو حرام قرار دیتا ہے۔ اس نے کہا:

میں عمر رسیدہ اور بوڑھا آدمی ہوں۔ مجھے اب عورتوں کی کوئی حاجت ہی نہیں رہی۔

انھوں نے اسے یوں ورغلانا چاہا کہ وہ تو شراب کو حرام کہتا ہے، اس نے جواب دیا کہ یہ شراب خانہ خراب انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب انھوں نے دیکھ لیا کہ یہ تو اسلام لانے کا پختہ ارادہ کیے بیٹھا ہے، لہٰذا اب انھوں نے ایک دوسری خطرناک چال چلی اور اسے مال کا لالچ دیتے ہوئے کہا کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو اور اپنے آبائی دین کے ساتھ ہی یہیں سے واپس لوٹ جاؤ تو اس کے عوض میں ہم آپ کو ایک سو اونٹ دیں گے۔

اب اس نے مال کے بارے میں سوچنا شروع کیا کہ یہ تو بہت بڑی دولت و ثروت ہے ، اب شیطان اس کی عقل پر غالب آ گیا اور وہ مال کی پیشکش (Offer) کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ہاں! البتہ تمھاری یہ مال کی پیشکش مجھے منظور ہے.. انہوں نے اس کے لیے سو اونٹ جمع کیے۔ اس نے وہ سب لیے اور واپس اپنی قوم کی طرف اپنے کفر کے ساتھ ہی لوٹ گیا۔ وہ اپنے آگے آگے سو اونٹ ہانکے لیے جا رہا تھا اور اس متاعِ دنیا پر بڑا شاداں و فرحاں تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ اس کے پاس شعروں کی ثروت کے ساتھ ساتھ ہی جاہ و منزلت

اور تونگری و دولت مندی بھی جمع ہو گئی تھیں لیکن وہ اس بات کو بھلا بیٹھا کہ اللہ گھات لگائے ہوئے ہے۔ وہ دولتِ دنیا کے لیے اللہ کی معصیت و نافرمانی پر کیوں اڑ گیا، جبکہ اللہ تو وہ ذاتِ والاصفات ہے کہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اپنے علاقے میں پہنچنے ہی والا تھا کہ اپنی اونٹنی سے گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔

﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ [الحج:١١]

”دنیا و آخرت دونوں جہاں کا خسارہ اس کا مقدر بن گیا، واقعی یہ بڑا ہی واضح نقصان ہے۔“

سارہ بیٹی

ٹریفک سگنل کی سرخ لائٹ جل رہی ہے اور پوری سڑک گاڑیوں سے بھری ہوئی ہے۔ طے شدہ وقتِ ملاقات میں صرف چند منٹ ہی رہ گئے ہیں۔ اس ٹریفک سگنل کا ستیاناس ہو، کاش میں پہلی لائن میں ہوتا تو سگنل کاٹ کر بھی آگے نکل جاتا۔ سیکنڈ بھی بڑی آہستگی سے گزر رہے تھے۔ جیسے وہ منٹ منٹ بلکہ گھنٹے گھنٹے کے لگ رہے تھے۔ بیتابی کے عالم میں مَیں کبھی اپنی گھڑی کی طرف دیکھتا اور پھر دوسرے ہی لمحے نظر ٹریفک سگنل پر ہوتی۔

آخر کار سبز سگنل روشن ہو گیا۔ میں نے گاڑی کے ہارن پر ہاتھ رکھ کر اتنے زور سے ہارن بجایا کہ دوسرے تمام لوگ پریشان ہو گئے۔ گاڑیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگیں۔ میں نے اپنے آگے والی گاڑی کو اوور ٹیک (overtake) کیا۔ قریب تھا کہ افراتفری کے عالَم میں دوسری گاڑی کے ساتھ ٹکرا جاتا۔ گاڑی چلانے کے اندھادھند انداز نے دوسرے لوگوں کو خوفزدہ کر دیا۔ میں نے مزید تیز چلنے کی کوشش کی۔

مگر بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وقت گزر گیا۔ میری اپوائنٹ مینٹ نکل گئی۔ میں طے شدہ مقام پر پہنچا تو میرے دوستوں میں سے کوئی بھی وہاں نہ ملا۔ وہ سب جا چکے تھے۔ میں کہاں جاؤں ؟۔ مجھے اپنے اس سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔

میں نے اپنے سینے سے ایک طویل سانس نکالی۔ کاش! مجھے ان کی جگہ کا پتا چل جائے!۔ اب میری گاڑی بڑی آہستگی کے ساتھ چل رہی تھی۔ میں سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک دوسری گاڑی کے ہارن نے مجھے ہوش دلایا اور سوچوں کے سمندر سے باہر نکالا۔

میں نے اس گاڑی والے کو بڑے غصے کے ساتھ غضبناک نگاہوں سے دیکھا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جلدی نہ مچاؤ۔ یہ دنیا کہیں اڑی تو نہیں جا رہی۔ یہ کہتے ہوئے میں چند منٹ پہلے والی اپنی حالت بھول ہی گیا تھا۔ میں نے دل میں یہ ٹھان لی کہ میں آج اپنے گھر میں رات گزاروں گا۔ یہ اچھی سوچ تھی۔ میری اکلوتی بیٹی بیمار ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ میں اس کے قریب ہی رہوں۔ میں نے ایک ویڈیو سنٹر کے سامنے اپنی گاڑی کھڑی کی اور اس دوکان میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے میں نے کئی فلمیں لیں اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے گھر کا دروازہ کھولا اور اپنی بیوی کو آواز لگائی کہ چائے اور اخروٹ، بادام، پستا، کاجو وغیرہ() لاؤ۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی اور اسے دیکھتے ہی میرے دل میں آیا:

یہ کتنے ٹیڑھے دماغ والی عورت ہے۔

ابھی یہ کہے گی: احمد! اللہ سے ڈرو۔ لیکن میں اس کے ان کلمات کو سننے کا عادی ہو چکا ہوں۔ حتیٰ کہ ان کلمات کے سلسلے میں میرے احساسات ماند پڑ چکے ہیں۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ بڑی اطاعت شعار۔ فرمانبردار اور نیک بیوی ہے۔ میری خوشی کی خاطر وہ ہر خدمت سرانجام دیتی ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو چائے اور ڈرائی فروٹ کی ٹرے اس کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر بڑے پیار سے مسکرائی۔ اور یوں گویا ہوئی۔ یقیناً آپ اپنے دوستوں کے ساتھ رتجگے کاٹ کاٹ کر تھک گئے ہوں گے اور اب گھر میں ہی وقت گزارنا چاہتے ہوں گے۔؟ میں نے کہا:

ہاں۔ آؤ بیٹھو۔ فرحت وخوشی کے آثار سے اس کا چہرہ چمک اٹھا۔ وہ بیٹھنے ہی لگی تھی کہ میں ٹی وی کی طرف لپکا۔ پھر چند ہی لمحات میں ان سے بے ڈھنگے میوزک کا ایک طوفانِ بدتمیزی اٹھنے لگا۔ اس بے چاری نے اپنا سر جھکا لیا اور کہا: احمد! اللہ سے ڈرو۔ یہ کہتے ہوئے وہ بڑی حسرت وہزیمت کے جذبات لیے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کیونکہ وہ میوزک نہیں سنتی۔ کمرے میں زور دار آوازیں اٹھنے لگیں۔ میوزک، چیخ چنگاڑ اور قہقہے۔ میں نے چائے پینا اور

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

ڈرائی فروٹ کھانا شروع کر دیا۔ میری آنکھیں ٹی وی سکرین پر گڑی ہوئی تھیں۔ ایک ویڈیو کیسٹ ختم ہوئی۔ پھر دوسری بھی ختم ہو گئی۔ گھڑی کی سوئیاں رات۔ بلکہ سحری کے تین بجنے کا اشارہ دے رہی تھیں۔ اچانک دروازے کا ہینڈل بڑی آہستگی سے حرکت میں آیا۔ میں نے چلاّتے ہوئے کہا:

کیا چاہتی ہو۔؟

مجھے کوئی جواب سنائی نہ دیا۔ دروازہ کھلا اور میری اکلوتی بیمار بیٹی کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ اتنا اچانک اور غیر متوقع ہوا کہ میں چند لمحوں کے لیے بالکل خاموش رہ گیا۔ ایک لفظ بھی نہ بول پایا۔ وہ میرے قریب آ گئی۔ پہلے اس نے بڑے پُر سکون انداز سے مجھے دیکھا اور پھر کہا:

ابو جان! اللہ سے ڈریں۔ ابو جان! اللہ سے ڈریں۔ اتنا کہہ کر وہ چل پڑی اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔ میں نے اسے آواز دی: سارہ! اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب میں اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ میری بیٹی ہی ہے۔؟ میں نے بیڈ روم() کا دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی بستر پر چڑھ کر اپنی ماں کی گود میں لیٹ چکی تھی۔ وہ یقیناوہی تھی۔ میں دوبارہ ٹی وی لاؤنج کی طرف لوٹ گیا اور جا کر ٹی وی بند کر دیا۔ میری بیٹی کی آواز سے کمرہ گونج رہا تھا: ابو جان! اللہ سے ڈریں۔

ابو جان! اللہ سے ڈریں۔ میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔

میں سر سے پاؤں تک پسینا پسینا ہو گیا۔ پتا نہیں کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔؟ مجھے اس کی آواز کے سوا کچھ سنائی نہ دے رہا تھا۔ اس کی صورت میری آنکھوں میں یوں بس گئی کہ مجھے کچھ اور نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ اس کی آواز نے ان تمام پردوں کو چاک کر دیا جو ایک طویل عرصہ سے میرے سینے اور دماغ پر پڑے ہوئے تھے۔ ترکِ نماز۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیاں۔ تمباکو نوشی۔ گندی فلمیں۔ میری بیٹی نے جھٹک کر مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز تیز چلنے لگیں۔ عجیب بے کسی کی کیفیت میں مَیں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

میں نے سونے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزر گیا۔ میں نے ماضی کی تمام کرتوتوں کو باری باری تصور میں لا کر اپنے سامنے پیش کیا۔ مگر ہر ایک کے تصور پر میں اپنی بیٹی کی گھونجتی ہوئی آواز سنتا: اللہ سے ڈریں۔ اللہ سے ڈریں۔ عین اس وقت اذانِ فجر کی صدا فضاؤں میں بلند ہوئی۔ میرا جسم لرز اُٹھا۔ میرا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں پر گویا رعشہ طاری ہو چکا تھا۔ اتنے میں موذّن نے یہ کلمات دہرانے شروع کر دیے: ''اَلصَّلاَ ۃُخَیرٌ مِّنَ النَّوْم '' ''نماز نیند سے بہت بہتر ہے۔''

اس پر بے اختیار میری زبان سے نکل رہا تھا: تم سچ کہہ رہے ہو۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔ اُفووہ۔ میں گذشتہ تمام سال۔ ایک طویل عرصہ تک سویا ہی پڑا رہا۔ پھر میں اٹھا، وضو کیا اور مسجد کی طرف چل دیا۔ میں مسجد کے راستے پر یوں چل رہا تھا گویا میں اسے جانتا ہی نہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے نسیمِ صبح مجھ پر غصہ جھاڑ رہی ہو اور زبانِ حال سے کہہ رہی ہو۔ تم آج تک کہاں تھے۔؟

ایسے لگ رہا تھا جیسے آسمان کی پہنائیوں میں محوِ پرواز پرندے کہہ رہے ہوں: خوش آمد۔ اس طویل عرصہ سے سوئے پڑے رہنے والے کو۔ جو آخر کار بیدار ہو ہی گیا ہے۔ میں مسجد میں داخل ہوا۔ نمازِ فجر سے پہلے دو سنتیں پڑھیں اور پھر بیٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے لگا۔ تلاوت کرتے ہوئے میری زبان اٹک اٹک کر چل رہی تھی۔ ایک عرصہ ہوا تھا کہ میں نے کبھی تلاوت نہیں کی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے قرآن مجھ سے پوچھ رہا ہو: تو نے کئی سالوں سے مجھے کیوں چھوڑ رکھا تھا۔؟ کیا میں تیرے رب کا کلام نہیں ہوں۔؟

میں سورۃ الزمر کی یہ آیت بار بار دیر تک پڑھتا رہا، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [الزمر: ۵۳]

"[میری جانب سے] کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش والا، بڑی رحمت والا ہے۔"

عجیب! اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اللہ ہم پر کتنا مہربان ہے۔!! میری تمنا تھی کہ میں قرآن پڑھتا ہی چلا جاؤں۔ لیکن موذّن نے اقامت کہنا شروع کر دی۔ لمحہ بھر کے لیے میں اپنی جگہ پر جم کر رہ گیا۔ پھر میں لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور صف میں کھڑا ہو گیا۔ میں اپنے آپ کو بڑا اجنبی سا محسوس کر رہا تھا۔ نماز ختم ہو گئی۔ میں سورج طلوع ہونے تک مسجد میں ہی بیٹھا رہا.. پھر میں واپس گھر آ گیا..

میں نے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ اپنی بیوی اور سارہ پر نظر ڈالی۔ وہ دونوں سو رہی تھیں۔ میں نے انھیں سوتے ہی چھوڑا اور خود ڈیوٹی پر روانہ ہو گیا۔ یہ میری عادت نہیں تھی کہ علی الصبح کام پر روانہ ہو جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے دفتر کے لوگ صبح صبح مجھے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ ہر طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ جن میں تہنیت و مبارکباد کے جذبات سے زیادہ طنز و تشنیع کی کاٹ تھی۔ میں نے ان کی باتوں کی پرواہ نہ کی۔ میری نگاہیں دروازے پر لگ گئیں۔ مجھے ابراہیم کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔

یہ بھی دفتر میں میرا ساتھی ہے۔ اس نے ہمیشہ مجھے پند و نصیحت کی۔ وہ بہت ہی اعلیٰ اخلاق کا مالک شخص ہے۔ حسنِ معاملہ تو اس کی فطرت تھی۔ آخر کار ابراہیم پہنچ گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا: تم احمد ہی ہو ناں..؟ میں نے کہا: ہاں! میں احمد ہی ہوں۔ میں نے اس کا ہاتھ کھینچا اور کہا: میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: کوئی بات نہیں۔

ہم دفتر میں بیٹھ کر ہی بات کر لیتے ہیں۔ میں نے کہا:

نہیں.. ہم ریسٹ ہال () میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ ابراہیم خاموش ہو گیا اور میری باتوں کو بغور وہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔

میں نے اسے کل رات کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا اُٹھیں۔ اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوشی کی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے مجھ سے کہا: یہ نور ہے، جس نے تیرے دل کو روشن کر دیا ہے، اب اسے گناہوں اور نافرمانیوں سے بجھا نہ دینا۔ اگرچہ میں رات بھر سویا نہیں تھا۔ پھر بھی آج کا دن بڑا ہی پُر نشاط اور کیف و سرور سے معمور تھا۔

میں کام کی لگن میں مگن تھا اور مسکراہٹ میرے چہرے پر کھیلتی رہی۔ اپنے کام کے لیے آنے والے لوگ میری طرف آتے اور تعاون طلب کرتے۔ بعض نے تو مجھے کہا: آج یہ کیسی نشاط و سرگرمی ہے؟ میں نے جواب دیا: یہ مسجد میں نمازِ فجر باجماعت ادا کرنے کی برکت ہے۔ بیچارہ ابراہیم۔ دفتری کام کا زیادہ تر بوجھ وہی اٹھایا کرتا تھا۔ مجھے تو سونے کے سوا کوئی فکر ہی نہ ہوتی تھی۔ لیکن اس نے میری اس حرکت پر کبھی ناراضی دکھلائی اور نہ ہی کبھی افسرانِ بالا سے میری شکایت کی۔ وہ کتنا اچھا انسان ہے۔ یہ دراصل اس ایمان کا کرشمہ ہے جس کی حلاوت و شیرینی دلوں میں رچ بس گئی ہو۔ ڈیوٹی ٹائم کا اکثر حصہ گزر گیا اور مجھے کوئی تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی۔

ابراہیم نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: احمد! اب تمھارا گھر چلے جانا ضروری ہے، کیونکہ تم کل رات سے سوئے نہیں ہو۔ تمھارا بقیہ کام میں کر دوں گا۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ نمازِ ظہر کی اذان میں اب صرف چند منٹ ہی باقی تھے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں دفتر میں ہی رہوں گا۔ مؤذّن نے اذان کہی۔ میں فوری طور پر مسجد پہنچ گیا۔ صفِ اول میں جگہ حاصل کی اور بیٹھ گیا۔ اب مجھے اپنے اُن ایام پر بہت ہی ندامت محسوس ہونے لگی جب میں نماز کے وقت سب چھوڑ چھاڑ کر باہر بھاگ جایا کرتا تھا۔ نمازِ ظہر کے بعد میں گھر کی طرف چل دیا۔ راستے میں مجھے عجیب قلق و اضطراب کی کیفیت نے گھیر لیا۔ معلوم نہیں سارہ کا کیا حال ہے۔؟ مجھے گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ میں سمجھ نہ سکا کہ اس کا سبب کیا ہے۔؟

مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے آج دفتر سے گھر تک کا یہ راستہ بہت ہی طویل ہو گیا۔ میرے خوف اور پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ میں نے بے اختیار ہو کر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ میری بیٹی سارہ کو فوری طور پر شفائے کامل عطا کر دے۔

میں گھر پہنچ گیا۔ دروازہ کھولا اور اپنی اہلیہ کو آواز دی۔ مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں جلدی جلدی بیڈ روم میں داخل ہوا۔ میری بیوی اپنی جگہ پر سکڑی سمٹی بیٹھی رو رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی چلا اُٹھی اور روتے ہوئے کہا:

سارہ فوت ہو گئی ہے۔ مجھے اس کی بات سمجھ نہ آئی۔ میں سارہ کی طرف کھنچا چلا گیا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ میں نے اسے اپنی گود میں بھرنا چاہا، مگر اس کا ہاتھ زمین کی طرف لٹک گیا۔ اس کا جسم بہت ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ یہی حال اس کے ہاتھ پاؤں کا تھا۔ اس کی نبض۔ اس کی سانس۔ مجھے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے اس کے ماتھے پر نظر ڈالی۔ ایک نور چمک رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی چمک دار ستارہ ہو۔ میں نے اسے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اسے ہلایا۔ زور زور سے جھنجھوڑا۔ اس کی ماں سارہ سارہ کہہ کر چلائی اور کہنے لگی کہ سارہ فوت ہو چکی ہے۔ پھر وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔

میں جو کچھ دیکھ رہا تھا مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور میں سسکیاں بھرنے لگا۔ میں اس کے خوبصورت چہرے اور نرم و نازک بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور اس کا ننھا منا سا منہ چوم رہا تھا۔ مجھے اس وقت بھی یوں

محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کہہ رہی ہو: ابو جان! یہ بری بات ہے۔ ساتھ ہی مجھے یاد آ گیا کہ یہ ایک آزمایش ہے، چناں چہ میں نے ان کلمات کو دہرانا شروع کر دیا۔ ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ))

"مجھ میں نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے۔"

((اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ))

"ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

میں نے اپنے ساتھی ( ) ابراہیم کو فون کیا اور اسے کہا کہ فوراً آ جاؤ۔ میری سارہ بیٹی فوت ہو گئی ہے۔ زنان خانے میں عورتیں میری بیوی کے ساتھ مل کر سارہ کو غسل دے رہی ہیں۔ بالآخر وہ اس کے غسل سے فارغ ہو گئیں۔

پھر انھوں نے اس کے معصوم اور پاک جسم کو ایک سفید کپڑے (کفن) میں لپیٹ دیا۔ میری بیوی نے مجھے آواز دی اور اندر بلایا۔ میں گیا تا کہ سارہ بیٹی کو آخری مرتبہ الوداع کہہ سکوں۔ شدتِ غم سے میں اس قدر نڈھال ہو چکا تھا کہ گرنے کے قریب ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے اسی وقت سے عہد کر لیا کہ موت آنے تک میں راہِ دین پر ثابت قدم رہوں گا۔ میں نے اس کی ماں کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہیں تھکی ہوئی تھی۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ اپنے کپڑے جھٹک رہی تھی۔ میں نے اسے کہا:

غم نہ کرو۔ اللہ کے فضل سے۔ ان شاء اللہ۔ وہ سیدھی جنت میں جائے گی۔ اس سے ہماری ملاقات اب وہیں ہو گی۔ اب عمل کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ تا کہ وہ ہمارے لیے سفارش کر سکے۔

پھر میں نے سورت طور کی وہ آیت پڑھی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [الطور: ۲۱]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا گروی ہے۔"

سارہ کی ماں رونے لگی اور میں بھی رو پڑا۔ ہم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اور اسے لے کر قبرستان کی طرف چل دیے۔ میں اس کے جنازے کو دیکھ رہا تھا اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں اس نور کو دیکھ رہا ہوں، جس نے میری زندگی کی راہیں روشن کر دی تھیں۔ ہم قبرستان پہنچے جو انتہائی وحشت ناک اور بڑی ہی خوفناک جگہ ہے۔

اندر داخل ہو کر ہم قبر کی جگہ کی طرف چل دیے۔ میں قبر کے کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہاں میں اپنی بیٹی کو دفن کر جاؤں گا۔ میری حالت کو بھانپتے ہوئے ابراہیم نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ احمد! صبر وہمت سے کام لو۔ اب میں خود قبر میں اتر گیا۔ مجھے خیال آرہا تھا کہ اے احمد! تیرا آخری ٹھکانا بھی تو یہی ہے۔ جو آج بھی بن سکتا ہے۔ ورنہ کل تمھارا ضرور ہو گا۔ تم نے اس ٹھکانے کے لیے کیا تیاری کی ہے۔؟ مجھے ابراہیم کی آواز نے تصور کی دنیا سے نکالا:

احمد! بچی کو پکڑو۔ میں نے سفید کفن میں ملبوس اپنی ننھی لختِ جگر کو اپنے سینے پر رکھ لیا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ کاش! یہیں اسے اپنے سینے میں ہی دفن کر سکوں۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چمٹالیا اور اسے جی بھر کر چوما۔ پھر میں نے اسے اس کے دائیں پہلو پر لحد میں رکھا اور کہا:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

"اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر۔"

پھر میں نے لحد کے آگے اینٹیں چن دیں اور تمام سوراخوں کو اچھی طرح بند کر دیا۔ اب میں قبر سے باہر نکل آیا۔ لوگوں نے قبر پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ جبکہ میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا رہا تھا۔

ایک تائب کی یاداشت

ایک عمر رسیدہ بزرگ۔ ہم ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ جب ان کی عمر دراز ہو گئی۔ ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور بینائی جاتی رہی۔ وہ اپنی جوانی کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ ہم کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے واقعہ کے متعلق اپنی یادوں کو دہرایا کرتے تھے۔ غزوۂ تبوک اسلامی تاریخ کے غزوات میں سے وہ آخری غزوہ تھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں روانگی کا اعلان فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ لوگ اہل تبوک پر یلغار کرنے کے لیے خوب تیاری کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی تیاری کے لیے لوگوں سے اخراجات بھی جمع کیے۔ یہاں تک کہ لشکر میں شامل افواج کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ سب کچھ ایسے موسم میں وقوع پذیر ہو رہا تھا جب درختوں کے سائے لطف پرور تھے۔ اور پھل پک کر تیار ہو چکے تھے۔ یہ غزوہ شدید گرمی میں۔ طویل مسافت پر۔ ایک طاقتور اور سخت ضدی دشمن سے لڑا جا رہا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی کافی تھی۔

ان کے نام کسی رجسٹر میں درج نہیں کیے گئے تھے۔

صحیح بخاری ومسلم میں وارد ایک حدیث کے مطابق سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں کافی مالدار تھا۔ میں نے دو سواریاں تیار کر لیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ جہاد کی قدرت رکھتا ہوں۔ عین اسی وقت مَیں ٹھنڈے میٹھے پر لطف سایوں اور تیار پھلوں کو بھی دیکھ رہا تھا۔ میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح روانہ گئے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا: کل بازار جاؤں گا اور ضروری سامان خرید کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عساکر سے جا ملوں گا۔ اگلے دن میں بازار گیا۔ لیکن بعض اشیا نہ ملیں اور میں واپس لوٹ آیا۔

اب میں نے یہ ٹھان لی کہ ان شاء اللہ کل دوبارہ بازار آؤں گا اور مطلوبہ اشیا خرید کر اسلامی لشکر سے جاملوں گا۔ اگلے دن بھی بعض اشیا دستیاب نہ ہوئیں۔ میں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ کل ان شاء اللہ آؤں گا اور سامانِ ضرورت حاصل کر کے افواج سے جاملوں گا۔ میں اسی طرح آج کل کرتا گیا اور کئی دن گزر گئے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل کرنے کے شرف سے محروم رہ گیا۔ میں بازاروں میں سے گزرتا اور شہر میں گھومتا مگر مجھے کوئی آدمی نظر نہ آتا۔ سوائے اس شخص کے جس پر منافقت کا داغ تھا۔ یا۔ جو اندھا یا پھر لنگڑا تھا۔ جسے اللہ نے معذور لوگوں میں شمار فرما رکھا ہے۔

جی ہاں! سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر سے پیچھے شہر میں رہ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر نظر دوڑائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ عقبہ میں شرکت کرنے والے ایک نیک وصالح شخص۔

کعب رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا تو ارشاد فرمایا: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اسے اس کے مال ودولت، عیش وعشرت اور غرور وتکبر نے پیچھے رکھ لیا ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: تم نے بہت ہی بری بات کہی ہے۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان میں خیر وبھلائی کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی مہم سر کر لی اور مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے تو میں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے کیسے نجات پاؤں گا؟

اس سلسلے میں مَیں نے اپنے اہلِ خانہ میں سے ہر صاحب رائے شخص سے مدد طلب کی۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور اس میں دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ پھر لوگوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئے۔

اب پیچھے رہ جانے والے لوگ آ گئے۔ ہر کوئی اپنا اپنا عذر اور مجبوری پیش کرتا۔ ہر کوئی اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھا رہا تھا۔ پیچھے رہ جانے والوں کی تعداد اسّی سے کچھ زیادہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر و معذرت کو قبول فرمالیا۔ ان کے لیے دعاے مغفرت بھی فرمائی اور ان کے اندرونی بھیدوں کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ جب سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور انھوں نے خدمتِ اقدس میں سلام کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب و غصے کو ظاہر کرنے والا تبسم فرمایا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ادھر آؤ۔"

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تمھیں کس چیز نے پیچھے رکھ لیا تھا؟ کیا تم نے سواری کا اونٹ نہیں خرید رکھا تھا؟"

انھوں نے عرض کیا: جی ہاں۔! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تو پھر تمھیں کس چیز نے پیچھے روکے رکھا؟"

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دنیا والوں میں سے کسی دوسرے شخص کے پاس بیٹھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ میں کس طرح بہانہ کر کے اس کے غصے کو ٹھنڈا کر لیتا۔ کیونکہ مجھے بات کرنے اور سامنے والے کو قائل کرنے کا ڈھنگ عطا کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! میں اس بات کو بھی بخوبی جانتا ہوں کہ اگر میں آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بول کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی بھی کر لوں تو عین قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر کسی دوسری وجہ سے ناراض کر دے۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہہ دوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ تاہم مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس طرح وہ مجھے ضرور معاف فرمادے گا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ کی قسم ہے، میرے پاس کوئی معقول عذر نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا، اس وقت سے زیادہ قوی اور آسودہ حال میں کبھی نہ تھا۔ یہ کہہ کر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف التفات فرمایا اور گویا ہوئے: "اس نے بالکل سچی بات کہی ہے۔ اب تم یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ اور دیکھو کہ اللہ کب تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے۔"

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اٹھے اور قدم گھسیٹتے ہوئے انتہائی غمگین اور کرب و تکلیف کی حالت میں مسجد سے باہر نکل گئے۔ انھیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ اللہ ان کے بارے میں کیا فیصلہ فرمائے گا۔؟

جب لوگوں نے انھیں اس حالت میں جاتے دیکھا تو بعض لوگ ان کے پیچھے ہی آ گئے اور انھیں ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے:

اللہ کی قسم! ہمیں نہیں لگتا کہ اس سے قبل آپ نے کبھی کوئی گناہ کیا ہو۔ آپ ایک شاعر آدمی ہیں۔ آپ پیچھے رہ جانے والے اور عذر معذرت کرنے والے دوسرے لوگوں کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عذر اور بہانہ بنانے سے بھی عاجز آ گئے تھے؟ کیا آپ کوئی ایسا عذر پیش نہیں کر سکتے تھے جس کے نتیجے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے راضی ہو جاتے؟ پھر آپ کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتے۔ اور اللہ آپ کو بخش دیتا۔؟ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میری قوم کے لوگ مسلسل مجھے ملامت کے کچوکے لگاتے رہے یہاں تک کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنی سابقہ گفتگو سے رجوع کر لوں اور کوئی بہانہ بنا کر پیش کر دوں۔" میں نے پوچھا: کیا میرے جیسا کام کسی دوسرے کے ساتھ بھی کیا ہے؟

لوگوں نے کہا:

ہاں، دو اور آدمی بھی ہیں، جنھوں نے آپ ہی جیسا جواب دیا ہے۔ اور انھیں بھی وہی کہہ کر لوٹا دیا گیا ہے جو آپ سے کہہ کر لوٹایا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا: ان میں سے پہلے آدمی تو سیدنا مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور دوسرے سیدنا ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ دونوں تو ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ چنانچہ میں نے ان میں اپنے لیے بہترین نمونہ پایا۔ اب میں نے عزمِ مصمم کر لیا کہ اللہ کی قسم! میں اس بارے میں اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دے کر اپنی سابقہ گفتگو سے رجوع نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کروں گا۔

اب سیدنا کعب رضی اللہ عنہ انتہائی حزن و ملال کی حالت میں شکستہ دلی کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ گفت و شنید کرنے سے لوگوں کو منع فرما دیا۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ہم سے دور دور رہنا شروع کر دیا۔ وہ ہم سے بدلے بدلے سے رہنے لگے۔ میں بازار میں نکلتا مگر میرے ساتھ کوئی بات کرنے کا روادار نہ تھا۔ لوگ ہم سے بالکل بدل ہی گئے حتیٰ کہ لوگ وہ نہ رہے جنھیں ہم جانتے تھے۔ شہر کے در و دیوار بھی ہم سے بدلے بدلے سے نظر آتے تھے۔ حتیٰ کہ دیواریں بھی وہ نہ رہی جنھیں ہم پہچانتے تھے۔ زمین بھی ہم سے روٹھ چکی تھی اور وہ بھی وہ نہ رہی تھی جسے ہم جانتے تھے۔!

میرے دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے روتے رہتے، وہ شب و روز روتے ہی رہتے تھے اور گھروں سے اپنے سر باہر نہیں نکالتے تھے۔ وہ اس طرح عبادت کرتے تھے جیسے وہ کسی معبد میں پڑے راہب ہوں۔ لیکن میں لوگوں سے ملتا جلتا۔ بات چیت کرتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا۔ میں گھر سے نکل جاتا، لوگوں کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا تھا۔ مگر مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا۔ میں مسجد کی طرف آتا، مسجد میں داخل ہو جاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا۔ اور دل ہی دل میں سوچتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے لب مبارک بھی ہلائے ہیں یا نہیں؟

چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کہیں نماز پڑھتا اور چوری چوری نگاہوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوتے۔ اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرتا تو آپ میری طرف سے رخِ مبارک ہٹا لیتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ پر اسی حالت میں کئی دن گزر گئے۔ ان کا کرب و درد روز افزوں ہوتا گیا۔ وہ اپنی قوم کے انتہائی باعزت انسان۔ بلکہ انتہائی فصیح اللسان اور بلیغ الکلام شاعر تھے۔ بڑے بڑے بادشاہ اور امرا و حکّام انھیں جانتے تھے۔

ان کے اشعار کی دھوم تو بڑے بڑے لوگوں میں بھی مچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ان سے ملاقات کی تمنائیں کیا کرتے تھے۔ جبکہ ان کا حال آج یہ تھا کہ اپنے شہر مدینہ منورہ میں۔ اپنی ہی قوم کے مابین ہیں۔ اور کوئی ان سے بات تک نہیں کرتا۔ انھیں دیکھنے تک کا روادار نہیں بن رہا۔ یہاں تک کہ جب یہ بیگانگی شدت اختیار کر گئی اور ان کی مشقت و تکلیف نے انھیں تنگ کر دیا تو وہ ایک اور امتحان سے دوچار کر دیے گئے۔ ایک دن وہ بازار میں گھوم رہے تھے کہ وہاں شام سے ایک عیسائی آن پہنچا اور اس نے آواز لگائی: مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تک کون پہنچا سکتا ہے؟ لوگوں نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارے کرنا شروع کر دیے۔ وہ ان کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں غسّان کے بادشاہ کا مکتوب پیش کر دیا۔ عجیب!! شاہِ غسّان کی طرف سے!! ان کے معاملے کی خبر بلادِ شام تک پہنچ چکی تھی اور غسّانیوں کے بادشاہ نے ان کے معاملے میں خصوصی دلچسپی لی۔ یہ بادشاہ کیا چاہتا ہے؟ یہ دیکھنے کے لیے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا: ''حمد و ثنائے باری اور آداب کے بعد! اے کعب! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمھارے ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر زیادتی کی ہے اور تمھیں اپنے قرب سے دور ہٹا دیا ہے۔ آپ ذلت و رسوائی کے لائق نہیں ہیں۔ ہمارے پاس چلے آئیں۔ ہم آپ کی غمخواری اور دلداری کریں گے۔''

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے جب پورا خط پڑھ لیا تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

اہلِ کفر مجھ پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ یہ بھی ایک آزمایش۔ امتحان اور سراسر شیطانی حملہ تھا۔ وہ فوراً اٹھے۔ اس خط کو تنور میں جھونک دیا اور آگ میں جلا کر اسے خاکستر کر دیا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے لمحہ بھر بھی بادشاہ کے اس بہکاوے کی طرف التفات نہ فرمایا۔ جی ہاں! ان کے سامنے بادشاہوں کے درباروں تک پہنچنے کے راستے کھل گئے۔ بڑے بڑے عظیم لوگوں کے محلات وا ہو گئے۔ وہ انھیں احترام و اکرام دینے اور اپنا مصاحبِ خاص بنانے پر تیار ہو گئے۔ جبکہ ان کا اپنا شہر مدینہ منورہ ان سے کبیدہ خاطر تھا اور لوگ ان سے چیں بجبیں (تیوری چڑھائے ہوئے) تھے۔ وہ لوگوں کو سلام کہتے تو کوئی ان کے سلام کا جواب تک نہ دیتا۔ وہ کسی سے کوئی بات پوچھتے تو کسی سے جواب نہ پاتے۔ اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ کفار کی طرف قطعاً متوجہ نہ

ہوئے۔ شیطانِ لعین ان کے پائے استقامت میں لرزش پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکا اور نہ انھیں خواہشاتِ نفس کی غلامی پر لگا سکا۔ بلکہ انھوں نے غسّانی بادشاہ کے مکتوب کو آگ میں جھونکا اور جلا کر راکھ کر دیا۔

شب و روز کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا، دنوں پر دن گزرتے چلے جا رہے تھے۔ پورا ایک مہینا گزر گیا اور سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اسی حالتِ کرب و بلا میں مبتلا تھے۔ ان کے خلاف بائیکاٹ کا حصار شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔ تنگی کا بوجھ روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قدم اٹھا رہے تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کوئی فیصلہ فرما رہی تھی۔ جب اسی حالت میں چالیس دن مکمل ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک قاصد سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ دل میں یہ امید تھی کہ شاید مشکلات آسان ہونے کا وقت اور تنگی میں کشایش آنے والی ہے۔ قاصدِ رسول نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام دیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علاحدگی اختیار کر لیں۔ انھوں نے استفسار کیا: ’’میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟‘‘ پیامبر نے جواب دیا:

’’نہیں؛ طلاق نہ دو، البتہ اسے علاحدہ کر دو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔‘‘

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے پاس گئے اور اسے کہا۔ تم اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہنا جب تک اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی فیصلہ نہ صادر فرما دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی پیغام سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے دوسرے دونوں ساتھیوں کو ارسال فرما دیا تو ان میں سے سیدنا ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ بہت عمر رسیدہ اور کمزور ہیں، کیا مجھے اتنی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ میں ان کی خاطر خدمت کر دیا کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں، لیکن وہ تمھارے قریب نہ آنے پائے۔‘‘ اس نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں کسی قسم کی کوئی طلب و حرکت نہیں، وہ انتہائی قلق و پریشانی میں مبتلا ہیں اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے وہ شب روز روتے ہی رہتے ہیں۔

یہ دن سیدنا کعب رضی اللہ عنہ پر بڑے بھاری گزر رہے تھے، ان پر جفا سخت ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ انھوں نے اپنے ایمان کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ وہ مسلمانوں سے بات چیت کرتے مگر ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیتا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا بھی جواب نہ دیتے۔ وہ سوچنے لگے کہ جائیں تو جائیں کہاں؟ مشورہ کریں تو کس سے۔؟

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب یہ حالتِ کرب و بلا طول پکڑ گئی تو بالآخر میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وہ میرے چچازاد بھائی اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے پیارے تھے۔ وہ اپنے باغ میں تھے اور اندر سے باغ کی چار دیواری کا دروازہ بند کیے ہوئے تھے۔ میں نے دیوار پھلانگی اور اندر ان کے پاس جانکلا۔ میں نے انھیں سلام کہا۔ مگر اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب تک نہ دیا۔

میں نے ان سے کہا:

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔!

کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔؟ مگر وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ اپنی بات کو دہرایا۔ اے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ! کیا تم یہ مانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔؟ مگر وہ چپ سادھے رہے۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ بھی یہی بات کہی: اے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ! میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں؟ اب وہ لب کشا تو ہوئے مگر صرف اتنا کہا:

''اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ'' ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔''

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے چچیرے بھائی اور دنیا جہان میں اپنے سب سے پیارے شخص سے یہ جواب سنا۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ مومن ہیں یا نہیں؟ یہ سن کر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کو رنج سے اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ اب انھوں نے باغ کی دیوار سے چھلانگ لگائی۔ باہر نکل کر سیدھے اپنے گھر پہنچے اور اس خالی گھر کی دیواروں پر نظریں دوڑانے لگے۔ بیوی گھر میں موجود نہ تھی کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر غمگساری کرتی اور نہ ہی دوسرا کوئی قریب تھا جو مونس و غمخوار بنتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو ان سے بول چال بند کر دینے کا حکم دینے پر پچاس دن گزر چکے تھے۔ پچاسویں رات کی پہلی تہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی قبولیتِ توبہ کی بشارت پر مبنی آیات نازل ہو گئیں۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی قبولیتِ توبہ کی بشارت و خوشخبری نہ دے دیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے اور تمھیں ساری رات سونے نہیں دیں گے۔''

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر ادا فرمائی تو لوگوں کو ان تینوں افراد کی توبہ قبول ہونے کی بشارت سنائی۔ لوگ انھیں خوش خبری اور مبارک دینے کے لیے ان کے پاس جانا شروع ہو گئے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے گھر کی چھت پر نمازِ فجر ادا کی اور نماز کو ادا کرنے سے فارغ ہو کر اسی تنگ حالی میں بیٹھا تھا، جس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود اپنے آپ سے تنگ آ چکا تھا اور یہ دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔

میرے نزدیک اب اس سے زیادہ المناک چیز دوسری کوئی نہ رہ گئی تھی کہ میں مر جاؤں گا تو میری نمازِ جنازہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھائیں گے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو لوگوں میں میری یہ حالت ہو گی کہ نہ تو کوئی مجھ سے بات کرے گا اور نہ کوئی میری نمازِ جنازہ پڑھے گا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلائے کرب تھا کہ کسی نے جبلِ سلع کی چوٹی پر کھڑے ہو کر چلّاتے ہوئے بلند آواز سے کہا:

اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ! تمھیں بشارت ہو۔ یہ سنتے ہی میں سجدہ ریز ہو گیا اور مجھے پتا چل گیا کہ اللہ کی طرف سے کشایش آ گئی ہے۔ ایک آدمی گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگم بھاگ میری طرف آ رہا تھا۔ دوسرے نے پہاڑ کی چوٹی سے ہی زوردار آواز نکالی۔ لیکن آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جب وہ شخص چل کر میرے پاس آن پہنچا۔ جس کی آواز میں نے پہاڑ سے آتی سنی تھی۔ جس میں اس نے مجھے قبولیتِ توبہ کی بشارت وخوش خبری دی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے (تہبند وقمیص) اتار کر اسے پہنا دیے کہ اس نے مجھے قبولیتِ توبہ کی بشارت سب سے پہلے سنائی تھی۔

اللہ کی قسم! میرے پاس اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے خود اپنے لیے دو کپڑے ادھار لے کر پہنے۔ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں مجھے لوگ فوج در فوج ملے۔ وہ مجھے قبولیتِ توبہ پر مبارکباد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے: آپ کو اللہ کی طرف سے قبولیتِ توبہ مبارک ہو۔ راستہ بھر یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوب چمک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوب منور ہو جایا کرتا تھا حتیٰ کہ یوں لگتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"تمھیں آج کا دن مبارک ہو۔ تمھاری ماں کے تمھیں جنم دینے سے لے کر آج تک تم پر ایسا دن نہیں آیا۔"

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ بشارت صرف آپ ہی کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قبولیتِ توبہ سے متعلقہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ میں اپنا سارے کا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ کر دوں۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کر دینا۔ مگر کچھ مال اپنے پاس ہی رہنے دو، تمھارے لیے یہی بہتر ہے۔"

میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے صدق وسچائی کی وجہ سے نجات بخشی ہے۔ لہٰذا میں اپنی توبہ کا ایک حصہ یہ بھی شمار کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ میں جب تک زندہ رہا کبھی صدق وسچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔

جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کی توبہ کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور اس کے بارے میں قرآنِ کریم کی یہ آیات نازل فرمائیں جو رہتی دنیا تک تلاوت کی جاتی رہیں گی چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ تَّبَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَلاَ نْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِىْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْم بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
نهُمْ ثُمَّ تَبَ يهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰىٓ اِذَا ضَاقَتْ يهِمُ لاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ
ضَاقَتْ يهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْٓا لَنْ لاَّ مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ لآَّ اِلَيْهِ ثُمَّ تَبَ يهِمْ لِيَتُوْبُوْا لنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوّٰبُ
الرَّحِيْمُ﴾[التوبة:١١٨، ١١٩]

"اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق ومہربان ہے۔ اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی، بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آیندہ بھی توبہ کرسکیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔

"(صحيح البخاري مع الفتح:٨/ ١١٣، حديث:٤٤١٨، كتاب المغازي)

مچھلی کے پیٹ میں

سبھی لوگ مشکل کے وقت اللہ ہی کو یاد کرتے ہیں، لیکن ان میں سے بعض تو اسے یاد کرتے ہیں، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور جیسے ہی سختی دور ہو جاتی ہے تو اسے بھول جاتے اور اس کی معصیت ونافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو نیکی اور توبہ پر قائم رہتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو ایمان لانے کی دعوت دی مگر انھوں نے اعراض اور روگردانی کی۔ اور غرور وتکبر کا مظاہرہ کیا۔ وہ ان سے ناراض ہو گئے اور اس بستی سے نکل کر بحری جہاز میں سوار ہو گئے تاکہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔

جب بحری جہاز بھاری ہو گیا اور وہ لوگ اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں سبھی لوگ غرق نہ ہو جائیں۔ تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ جہاز کا بوجھ کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم ایک شخص کو سمندر میں پھینک دیا جائے۔ اس آدمی کا انتخاب کرنے کے لیے انھوں نے بار بار قرعہ اندازی کی مگر قرعہ َفال ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام ہی نکلتا۔ بالآخر انھوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ دیو قامت مچھلی() آئی اور اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو سالم و مکمل حالت ہی میں نگل لیا اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی۔

یہ سب کچھ انتہائی تیز رفتاری سے وقوع پذیر ہو گیا۔ اب حضرت یونس علیہ السلام اندھیروں میں گم تھے۔ انھوں نے کان لگا کر اپنے ارد گرد سے کچھ سننے کی کوشش کی تو کیا سنتے ہیں کہ سمندر کی تہہ میں پڑی کنکریاں اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[الأنبياء:۸۷]

''بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھے کہ الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تو پاک ہے؛ بیشک میں ظالموں میں سے ہو گیا۔''

ان کے ان کلمات نے آسمان کے دروازے پر دستک دی، اسے کھٹکھٹایا تو انھیں اللہ کی طرف سے نجات مل گئی۔ یہ تو اللہ کے ایک نبی حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

دورِ حاضر کا ایک عبرت ناک واقعہ:

جبکہ دورِ حاضر کا ایک یونس اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

میں نوجوان تھا اور یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ زندگی بے تحاشا مال و دولت، نرم و گرم بستروں اور شاندار گاڑیوں ہی کا نام ہے۔ جمعہ کا ایک دن تھا۔ میں اپنے ہم مشرب ساتھیوں کے ہمراہ ساحلِ سمندر پر بیٹھا تھا۔ حسبِ سابق وہ سب ساتھی غافل دلوں والے ہی تھے۔ میں نے مؤذّن کی آواز میں ''حَیَّ عَلَی الصَّلاَةِ'' (نماز کی طرف آؤ)

''حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ'' (فلاح و کامرانی کی طرف آجاؤ) کے کلمات سنے۔

میں یہ بات قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں عمر بھر اذان سنا کرتا تھا۔ لیکن کسی ایک دن بھی میں فلاح و کامرانی کا معنی و مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ شیطان نے میرے دل پر مہر لگا رکھی تھی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اذان کے کلمات میرے لیے ایسے ہی تھے جیسے وہ کسی ایسی زبان کے الفاظ ہوں، جسے میں نہیں سمجھتا۔ ہمارے ارد گرد لوگ اپنے قالین اور جانماز بچھانے لگتے اور نماز کے لیے جمع ہو جاتے۔ جبکہ عین اس وقت ہم ان سے قطعی بیگانہ تیراکی کا سامان اور ہوا کی نالیاں درست کر رہے ہوتے تھے۔ تاکہ پانی کی گہرائی میں اتر سکیں۔

ایک دن ہم نے تیراکی کا لباس پہن لیا اور سمندر میں داخل ہو گئے۔ آہستہ آہستہ ساحلِ سمندر سے ہم کافی دور نکل گئے، یہاں تک کہ ہم گہرے سمندر کے درمیان میں جا پہنچے۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ درست تھی اور ہماری یہ سمندری سیر و تفریح بڑی خوبصورتی سے جاری تھی۔

ہم اسی لطف اندوزی کی انتہا پر تھے کہ اچانک ربڑ کا وہ ٹکڑا پھٹ گیا جسے ہر تیراک نے اپنے دانتوں اور ہونٹوں میں دبایا ہوا ہوتا ہے، تاکہ وہ پانی کو منہ میں داخل ہونے سے روکے رکھے اور نالیوں کے ذریعے تیراک کو تازہ ہوا مہیا کرتا رہے۔ وہ ٹکڑا اس وقت پھٹا جب ہوا میرے پھیپھڑوں میں جا رہی تھی۔ اچانک سمندر کے نمکین پانی نے میری سانس لینے والی نالی کو بند کر دیا اور میں مرنا شروع ہو گیا۔ میرے پھیپھڑوں نے مدد کے لیے دھائی دینا شروع کر دی۔ انھیں ہوا چاہیے تھی، وہ کیسی بھی ہوا کیوں نہ ہو۔ میں قلق واضطراب میں مبتلا ہو گیا، سمندر میں اندھیرا تھا اور میرے ساتھی مجھ سے بہت دور تھے۔ مجھے اس موقع کی خطرناکی کا احساس ہونا شروع ہو گیا۔ میں مر جاؤں گا۔ میں نے سسکیاں لینا ہچکیاں بھرنا۔ چلاّنا۔ پھڑ پھڑانا شروع کر دیا اور نمکین و کھارے پانی سے مجھے اُچھو لگنے لگے۔ اب میری آنکھوں کے سامنے میری زندگی کا ٹیپ چلنا شروع ہو گیا، پہلی ہی ہچکی کے ساتھ مجھے پتا چل گیا کہ میں کتنا ضعیف اور کمزور ہوں۔!

نمکین پانی کے چند قطروں کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مسلط کر دیا تھا۔ تاکہ مجھے دکھلا دے کہ وہ کتنا قوت و جبروت والا قادر و جبار ہے۔ اب میں یقین کر بیٹھا تھا کہ اللہ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں۔ میں نے بڑی تیزی سے حرکت کرنا اور ہاتھ پاؤں مارنا شروع کیا تاکہ پانی سے باہر نکل سکوں۔ لیکن میں تو بہت گہرائی میں تھا۔ اب میرے سامنے مشکل یہ نہیں تھی کہ میں مر جاؤں گا۔ بلکہ اصل مشکل یہ تھی کہ میں اپنے رب کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا؟ جب اس نے مجھ سے میرے اعمال اور کردار کے بارے میں پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا؟

سب سے پہلے جس چیز کا مجھ سے حساب مانگا جائے گا وہ نماز ہے اور اسے میں نے ضائع کیا ہوا ہے۔ میں نے شہاتِ توحید و رسالت کو یاد کیا اور چاہا کہ میرا خاتمہ اس کلمۂ شہادت پر ہو جائے۔ میں نے جب "أَشْهَدُ" کہا تو میرے گلے میں کچھ پھنس گیا۔ کوئی پوشیدہ طاقت اور مخفی ہاتھ تھا جو میری گردن اور گلا دبا رہا تھا تاکہ مجھے یہ کلمہ کہنے سے باز رکھے۔ میں نے پوری ہمت سے کوشش کی۔ لیکن میری زبان نے "أَشْهَ۔ أَشْهَ۔" سے آگے میرا ساتھ نہ دیا۔

میرے دل نے چلانا شروع کر دیا:

اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے۔ صرف ایک گھڑی بھر کے لیے، ایک منٹ کے لیے، ایک سیکنڈ کے لیے ہی سہی۔ لیکن کہاں۔؟

اس تمنا کی تکمیل تو بہت ہی دور کی بات تھی، مجھ سے ہر چیز کا شعور و احساس مفقود اور ختم ہونا شروع ہو گیا۔ میں عجیب اندھیروں میں پھنس چکا تھا۔ صرف یہاں تک کا واقعہ ہی مجھے یاد ہے۔

لیکن میرے رب کی رحمتوں کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے۔ اچانک میرے سینے کی طرف ہوا نے پھر سے پہنچنا شروع کر دیا۔ اندھیرے چھٹ گئے۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ایک ساتھی ہوا کی نالی میرے منہ پر لگا رہا ہے اور مجھے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم ابھی سمندر کی

گہرائیوں میں ہی تھے۔ میں نے اپنے ساتھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کو کھیلتے دیکھا تو اس سے میں سمجھ گیا کہ میں خیریت سے ہوں۔ اب میرا دل اور زبان۔ اور میرے جسم کا رواں رواں پکار اٹھا:

((أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ۔ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اور ہر قسم کی تمام تعریفیں صرف اسی کے لیے ہیں۔''

میں پانی سے باہر نکل آیا۔ اب میری کایا ہی پلٹ گئی۔ میں ایک دوسرا ہی شخص بن کر نکلا، زندگی کے بارے میں میرا نظریہ بدل گیا۔ اب ہر شب و روز مجھے اللہ کے قریب سے قریب تر کرنے لگے۔ مجھے اس دنیا میں اپنے وجود کا بھید اور مقصدِ تخلیق کا پتا چل گیا اور مجھے اللہ کا ارشاد یاد آ گیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاریات:۵۶]

'' اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

صحیح بات ہے کہ اس نے ہمیں عبث و بے کار نہیں بنایا۔ دنوں پر دن گزرتے چلے گئے۔ میں اس حادثے کو یاد کرتا رہا۔ اب ایک مرتبہ پھر میں سمندر پر گیا، تیراکی و غوطہ خوری کا لباس پہنا اور اکیلے ہی میں پانی میں کود پڑا اور سمندر کی انھی تہوں تک جا پہنچا۔ وہاں میں اپنے رب کے حضور اس انداز سے سجدہ ریز ہوا کہ ساری عمر میں کبھی میں نے اس طرح سجدہ نہیں کیا تھا۔ اُس جگہ سجدہ کیا جہاں میرے گمانِ غالب کے مطابق کبھی کسی انسان نے اللہ کے حضور سجدہ نہ کیا ہو گا۔ شاید قیامت کے دن وہ مقام میرے حق میں گواہ بن جائے اور سمندر کی تہوں پر میرے سجدہ ریز ہونے کے عوض میں اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمادے اور مجھے اپنی جنت میں داخل کر دے۔ اَللّٰهُمَّ آمِيْنَ

بے شمار گناہ۔ اور بے پایاں بخشش

ہمارا رب تو ہم پر ہماری ماؤں اور ہمارے باپوں سے بھی زیادہ شفقت و رحم کرنے والا ہے۔ اس کی رحمتوں کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ہر کسی کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے۔ کوئی چاہے کتنا ہی کفر و شرک کیوں نہ کر چکا ہو۔ کتنی ہی سرکشی و تکبر میں مبتلا رہا ہو۔ رحمت کے دریا اس کے لیے بھی ٹھاٹھیں مار رہے ہیں اور توبہ کے دروازے اس کے لیے بھی کھلے ہیں۔ اُس ضعیف العمر بوڑھے کو ہی دیکھ لیں جس کی کمر کبر سنی کی وجہ سے جھک گئی۔ ہڈیاں تک کمزور ہو چکی تھیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین تشریف فرما تھے اور وہ اپنے قدموں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے آ رہا تھا۔

اس کے اَبرو اس کی آنکھوں پر گر چکے تھے۔ وہ اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے پیدل چلتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر بڑی المناک اور درد بھری آواز سے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، جس نے ہر قسم کے گناہ کیے ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑا ہو۔ اس نے کسی صغیرہ تو کیا کسی کبیرہ سے بھی کبھی ہاتھ نہ کھینچا۔ اور اگر اس کے گناہوں کو روئے زمین کے تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ سبھی کو ڈبو دیں۔ کیا اُس شخص کے لیے بھی توبہ کا کوئی موقع ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نگاہیں اٹھائیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص ہے جس کی کمر جھک چکی ہے، سانسیں اکھڑ چکی ہیں، ماہ و سال کی گردش نے اسے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور شہوت رانیوں کے بعد آلام و مصائب نے اسے ہلاک کر رکھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟'' اس نے عرض کیا:

''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نیکی و بھلائی کے کام کیے جاؤ اور برائیاں چھوڑ دو، اللہ تمھارے پچھلے تمام گناہوں کو تمھارے لیے نیکی و بھلائی بنا دے گا۔''

اس عمر رسیدہ شخص نے عرض کیا:

''کیا میری دغابازیاں اور غلط کاریاں بھی بخش دے گا؟''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

اس بوڑھے شخص نے زور زور سے تکبیریں بلند کرنا شروع کر دیں:

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ وہ اسی طرح بلند آواز سے تکبیریں کہتا رہا حتی کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

(المعجم الکبیر: ۷/ ۳۱۴، صحیح الترغیب والترھیب: ۳/ ۱۲۶ نے کہا ہے کہ یہ صحیح بخاری کی شرط پر پوری اترنے والی سند ہے)α، امام منذری نے اس روایت کی سند کو قوی اور حافظ ابن حجر

کوئی ماں اپنے بیٹے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و رحیم ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معرکۂ ہوازن سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کفار بنی ہوازن کے بچے اور عورتیں پیش کی گئیں۔ وہ سب ایک جگہ جمع کر دیے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ان قیدی عورتوں میں سے ایک عورت کو دیکھا جس کا بچہ گم ہو چکا تھا۔ وہ اپنے قدم گھسیٹتی ہوئی چل رہی تھی۔ وہ اپنے دل کے ٹکڑے، جگر گوشے، اپنے بچے کی تلاش میں تھی۔ وہ انتہائی پریشان حال تھی۔ اس دکھ کی شدت سے وہ اپنی عقل کھو چکی اور اوسان خطا کر بیٹھی تھی۔

وہ شیر خوار بچوں والی عورتوں کے پاس سے گزرتی اور بچوں کے چہروں پر نگاہیں گاڑے اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ چھاتی میں دودھ رُکنے کی وجہ سے اس کی چھاتی پھٹنے کو آئی ہوئی تھی۔ وہ یہ تمنا لیے ہوئے تھی کہ کاش! اسے اس کا بچہ مل جائے تو وہ اسے سینے سے لگا لے، اسے خوب چومے اور پیار کرے۔ اگرچہ اس کے لیے اسے اپنی زندگی ہی داؤ پر کیوں نہ لگانی پڑے۔ وہ اسی وارفتگی کی حالت میں تھی کہ اسے اس کا بچہ مل گیا۔ اس کا اسے دیکھنا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو سوکھ گئے۔ اس کے ہوش ٹھکانے پر آ گئے۔ وہ اس پر لپک پڑی۔ اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ اس کی بھوک پیاس، اس کی آہ و پکار اور تھکاوٹ پر اسے بہت ہی ترس آیا اور اسے چومتے چومتے اسے سینے سے بھینچ لیا۔ اور اسے دودھ پلانے کے لیے اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال دیا۔

شفیقِ کائنات، رحیمِ دوجہاں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھا، جسے تھکاوٹ نے نڈھال کر رکھا تھا اور وہ کوئی تھکاوٹ سی تھکاوٹ تھی، وہ اپنے لختِ جگر کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہی تھی، اسی فراق میں بچہ بھی پریشان تھا اور ماں بھی بڑی دکھی تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا تذلل و انکساری دیکھی، اپنے بچے کے گم ہو جانے پر اس کی شکستہ دلی کا مشاہدہ فرمایا تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور یوں گویا ہوئے:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے اس بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ یعنی اگر ہم آگ کا آلاؤ جلائیں اور اس عورت کو حکم دیں کہ وہ اپنے بچے کو اس آگ کے شعلوں میں پھینک دے تو کیا خیال ہے۔ کیا وہ اس پر راضی ہو جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت تعجب ہوا اور انھوں نے کہا: وہ اپنے بچے کو آگ میں کیسے پھینک دے گی، جبکہ وہ اس کا جگر گوشہ ہے، دل کا ٹکڑا اور اس کا خون ہے۔ وہ اسے کیسے پھینکے گی جبکہ وہ تو اسے منہ سے ہی نہیں ہٹا رہی، چومے چلی جا رہی ہے اور اپنے آنسوؤں سے اس کا منہ دھوئے دے رہی ہے۔ وہ اسے کیسے آگ میں پھینکنے پر رضامند ہو گی، جبکہ وہ اس کی شفیق ماں اور انتہائی رحم دل جنم دینے والی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صاف کہہ دیا:

نہیں۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اسے آگ میں پھینکنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو گی۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

((وَاللّٰهِ لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا))

''اللہ کی قسم! اللہ تو اپنے بندوں کے لیے۔ اس ماں کے اپنے بچے کے لیے شفیق ورحم دل ہونے سے بھی زیادہ مہربان ہے۔''

(صحیح البخاري، رقم الحدیث: ۵۹۹۹، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۵۴)

چند لمحات ہسپتال میں

1. میں ایک مریض کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے ہسپتال گیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چالیس سالہ شخص ہے۔ اس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ تروتازہ ہے، اس کا قد کاٹھ بھی انتہائی خوبصورت ہے۔ لیکن اب اس کا سارا بدن شل ہو چکا ہے۔ اس کا کوئی عضو بھی حرکت نہیں کرتا سوائے سر اور گردن کی معمولی حرکت کے۔ اگر کوئی شخص کلہاڑی پکڑ کر اس کے جسم کو پاؤں سے لے کر سینے تک بوٹی بوٹی کاٹ دے تب بھی اسے کچھ تکلیف نہ ہو۔ اسے اس بات کا بھی پتا نہیں چلتا کہ اس کا بول وبراز کب نکلا ہے۔ سوائے اس کے کہ بدبو اس چیز کا پتا دیتی ہے۔

اسے بچوں کی طرح حفاظتی پیمپر پہنایا جاتا ہے جسے ہسپتال کا متعلقہ عملہ روزانہ تبدیل کرتا ہے۔

میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے سنا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔ اس نے زوردار آواز سے چلاتے ہوئے کہا:

مولانا صاحب! ٹیلیفون کی بل بند ہونے سے پہلے پہلے ریسیور اٹھا لیں۔ میں نے ریسیور اٹھایا اور اس کے کان کے قریب کر دیا اور پاس ہی تکیہ رکھ دیا جو اسے تھامے رہے۔

میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا حتیٰ کہ جب اس نے کال سن لی تو اس نے کہا:

شیخ صاحب! ریسیور کو اٹھا کر واپس فون پر رکھ دیں۔ میں نے ریسیور کو اس کی جگہ پر لوٹایا اور پھر اس سے سوال کیا: آپ کی یہ حالت کب سے ہے؟ اس نے جواب دیا: بیس (۲۰) سال سے۔ اور تب سے میں یوں بے دست وپا صاحبِ فراش پڑا ہوں۔

2. مجھے میرے بعض فاضل ساتھیوں نے بتایا کہ وہ ہسپتال کے کسی کمرے کے پاس سے گزر رہا تھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مریض بڑی زوردار آواز سے چیخ وپکار کر رہا ہے۔ اس کی چیخیں اتنی دلدوز اور جگر پاش تھیں کہ قلب وجگر کو پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ میرے فاضل دوست کہتے ہیں کہ میں جب اس کے کمرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا سارا جسم مکمل طور پر شل ہو چکا ہے، وہ کروٹ لینے کی کوشش کر رہا ہے، مگر وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب نہیں ہو رہا۔ میں نے ڈیوٹی پر موجود نرس سے اس کے چیخنے چلانے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا سارا جسم مکمل طور پر شل ہو چکا ہے، اس کی آنتیں بھی تلف ہو چکی ہیں۔ دوپہر اور شام کے ہر کھانے کے بعد اسے بدہضمی اور پیٹ کی تکلیف ہو جاتی ہے۔

میں نے اس سے کہا:

اسے ثقیل بھاری غذا نہ دیا کرو۔ اسے گوشت اور چاول کھانے سے بچا کر رکھو۔ اس نے کہا:

آپ جانتے ہیں کہ ہم اسے کیا کھلاتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم ناک میں نالی لگا کر اس کے ذریعے سے اس کے پیٹ میں دودھ پہنچانے کے سوا اسے کچھ بھی نہیں کھلاتے۔ یہ ساری تکالیف اسے صرف دودھ ہضم کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔

3. میرے ایک دوسرے دوست نے مجھے بتایا کہ میں ایک فالج زدہ مریض کے پاس سے گزرا جس کے جسم کا کوئی ایک بھی حصہ حرکت نہیں کرتا تھا۔ ان کا کہنا ہے:

میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مریض کوریڈور سے گزرنے والے لوگوں پر چلا رہا تھا۔ میں اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے لکڑی کی رحل پڑی ہے اور اس پر قرآنِ کریم کھلا پڑا ہے۔ یہ مریض کئی گھنٹوں سے دو ہی صفحات کی تلاوت کیے جا رہا ہے۔ جب شروع سے لے کر آخر تک پہنچ جاتا ہے تو پھر نئے سرے سے آغاز کر دیتا ہے۔ اس کا ان دو ہی صفحات کو بار بار دہرانا محض اس مجبوری کی وجہ سے ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے اوراق کو پلٹنے کی استطاعت اور ہاتھوں کو حرکت دینے کی طاقت و اختیار سے عاری ہو چکا ہے۔ اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی موجود نہیں جو قرآنِ کریم کے اوراق پلٹنے میں اس کی مدد کرے۔

جب میں اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا تو اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

براہِ مہربانی صفحہ آگے پلٹ دیں۔ میں نے مصحف شریف کا اگلا صفحہ نکال دیا، اس سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ پھر اس نے اپنی نگاہیں قرآنِ کریم پر لگا دیں اور تلاوت کرنے لگ گیا۔ میں اس کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میرا یہ رونا تلاوت میں اس کی اتنی گہری رغبت و خواہش اور اپنی بے پروائی و غفلت پر تھا۔

4. مجھے میرے ایک تیسرے پہچاننے والے نے ایک واقعہ سنایا کہ اس کا گزر ایک ہسپتال میں کسی ایسے مریض کے پاس سے ہوا جو مکمل طور پر فالج زدہ اور پوری طرح اپاہج تھا، اس کا صرف سر حرکت کرتا تھا۔ اس نے جب اسے اس دلگداز حالت میں دیکھا تو اسے اس پر بہت ترس آیا اور اس نے اسے پوچھا:

تمھاری تمنا یا خواہش کیا ہے؟ اس نے سوچا۔ وہ کہے گا میری انتہائی تمنا اور سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں شفایاب ہو جاؤں۔ اٹھوں۔ بیٹھوں۔ لیٹوں۔ کہیں اِدھر اُدھر آ جا سکوں۔ لیکن اس بیمار و لاچار نے کچھ اور ہی تمنا ظاہر کی۔ وہ کہنے لگا:

میری عمر تقریباً چالیس سال ہے اور میرے پانچ بچے ہیں۔ میں گذشتہ سات سالوں سے اس بیڈ پر چپکا پڑا ہوں۔ اللہ کی قسم! میری تمنا یہ نہیں کہ میں چل سکوں۔ نہ یہ آرزو ہے کہ میں اپنے بچوں کو دیکھوں اور نہ ہی یہ خواہش رہی ہے کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح معمول کی زندگی جی سکوں۔

اس نے کہا:

تعجب ہے۔ اگر ان میں سے آپ کو کسی چیز کی خواہش نہیں تو پھر تمھاری تمنا اور خواہش کیا ہے؟

اس نے کہا: میری انتہائی آرزو صرف یہ ہے کہ مجھے صرف اتنی قدرت و استطاعت حاصل ہو جائے کہ میں اپنی جبینِ نیاز اللہ کے حضور سجدے میں رکھ سکوں اور اسی طرح سجدہ ریز ہو سکوں جیسے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

5. یہ واقعہ مجھے ایک ڈاکٹر نے سنایا ہے کہ وہ ایک مریض کو دیکھنے کے لیے خصوصی نگہداشت کے کمرے () میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عمر رسیدہ فاضل شخص سفید بستر پر پڑا ہے، اس کے چہرے پر نورانیت کھیل رہی ہے۔ میرے ساتھی نے بتایا کہ میں اس کی فائل اُلٹ پلٹ کر پڑھنے لگا تو پتا چلا کہ اس کا آپریشن کیا گیا ہے۔ اس دوران میں اس کا خون جاری ہو گیا، جس کے نتیجے میں اس کے دماغ کے بعض حصوں میں خون کی گردش رک گئی اور وہ مکمل طور پر بے ہوش و بے سدھ ہو گیا ہے۔

طبی آلات کی مدد سے اس کے لیے مصنوعی نظامِ تنفس قائم کیا گیا ہے اور اس کے منہ پر رکھے گئے مصنوعی سانس کے آلے سے اس کے پھیپھڑوں تک ایک منٹ میں نو سانسیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ اس کے پاس ہی اس کا ایک بیٹا کھڑا تھا۔ اس سے میں نے اس کے والد کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کے والد کئی سالوں سے ایک مسجد میں مؤذن کی خدمات سرانجام دیتے آ رہے تھے۔ میں نے مریض کی طرف دیکھنا شروع کیا، میں نے اس کا ہاتھ ہلایا، اس کی آنکھ ہلائی، اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ مگر اسے کسی بھی چیز کا کوئی پتا نہیں چل رہا تھا۔ اس کی حالت انتہائی خطرناک تھی۔ اس کا بیٹا اس کے کان کے قریب ہو کر باتیں کرنے لگا، حالانکہ وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

اس لڑکے نے کہنا شروع کیا:

ابا جان! "امی جان" بخیر و عافیت ہیں، سب بہن بھائی بھی ٹھیک ٹھاک ہیں، ماموں جان بھی سفر سے بخیریت واپس لوٹ آئے ہیں۔ لڑکا باتیں کرتا گیا اور مریض اپنی اصل حالت پر ہی رہا۔ اس کے جسم میں کوئی حرکت نہیں آئی۔ مصنوعی تنفس کے آلات نو سانسیں فی منٹ کے حساب سے اس کے پھیپھڑوں تک ہوا پہنچاتے جا رہے تھے۔

اچانک اس کے بیٹے نے یہ کہنا شروع کیا: مسجد آپ کے لیے اداس اور آپ کو دیکھنے کی مشتاق ہے۔ مسجد میں صرف فلاں شخص ہی اذان کہتا ہے، جو اذان میں غلطیاں کر جاتا ہے۔ مسجد میں آپ کی جگہ خالی پڑی ہے۔ اس کے بیٹے نے جب مسجد اور اذان کی بات شروع کی تو شیخِ محترم کا دل دھڑکنے لگا، اس نے سانسیں لینا شروع کر دیا۔ عین اسی وقت میں نے مصنوعی تنفس کے آلے کو دیکھا تو اس کا میٹر اس وقت اٹھارہ سانسیں فی منٹ بتا رہا تھا۔ لیکن

اس لڑکے کو اس بات کی کوئی خبر نہیں۔ پھر لڑکے نے کہنا شروع کیا: ہمارے چچازاد بھائی نے شادی کرلی ہے۔ ہمارے بھائی نے تعلیم سے فراغت حاصل کرلی ہے۔ شیخ کی سانسیں پھر سے مدہم پڑ گئیں اور آلے نے پھر نو سانسیں فی منٹ دکھانا شروع کر دیا۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں شیخ کی طرف بڑھا اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کا ہاتھ ہلایا، اس نے آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ انھیں حرکت دی مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ ساکن تھی، اس نے میرے ہلانے کا کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ میں نے اپنا منہ اس کے کان کے قریب کرکے لمبی آواز سے (اذان کے انداز) سے کہا:

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلاَ ۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ ''

یہ کہتے ہوئے میں مصنوعی تنفس کے آلے کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے پھر اٹھارہ سانس فی منٹ دکھلانا شروع کر دیا تھا۔ مریضوں کی یہ خوبیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ بلکہ اللہ کی قسم وہ نہیں، مریض تو ہم ہیں۔ وہ کیا مریض ہیں، جن کے دل مساجد کے ساتھ اٹکے ہوئے ہوں۔؟ جی ہاں! ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[النور:۳۷، ۳۸]

''ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اس ارادے سے کہ اللہ انھیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔''

یہ حال تو ان مریضوں اور صاحبِ فراش بیماروں کا ہے۔ اے امراض و بیماریوں سے محفوظ شخص! آپ اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا حال بھی دیکھ لو۔ اے ہر طرح کے دکھ درد اور کرب و الم سے پاک انسان! اے اللہ کی نعمتوں میں پلنے والے! جو اللہ کے غضب و انتقام سے ذرہ برابر بھی نہیں ڈرتے ہو! اللہ نے تمھارے ساتھ کیا برا کیا ہے کہ تم اس کے عوض اس کی معصیت و نافرمانی کر رہے ہو؟ اس نے تمھیں کیا تکلیف پہنچائی ہے؟ کیا اس کی نعمتیں تم پر یکے بعد دیگرے نازل نہیں ہو رہیں؟ اور اس کا تم پر اتنا فضل و کرم ہے کہ جس کا تم اندازہ و شمار ہی نہیں کر سکتے ہو۔ کیا تمھیں اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ کل قیامت کے دن تمھیں جواب دہی کے لیے اللہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا؟ اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا: میرے بندے! میں نے تیرے بدن کو صحت و عافیت سے نہیں نوازا تھا؟ میں نے تیرے رزق میں وسعت و فراوانی عطا نہیں فرمائی تھی؟ تیرے کان اور تیری آنکھیں محفوظ نہیں رکھی تھیں؟

تم اس وقت کہو گے: بالکل ایسے ہی تھا۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

تب وہ صاحبِ جبروت و کبریائی رب العالمین پوچھے گا:

تم نے میری نعمتوں کی ناشکری اور میری نافرمانی کیوں کی؟ اور میرے غضب و انتقام کا شکار کیوں بنے؟

تب تمام کائنات کے سامنے تمھارے سبھی عیوب کھل جائیں گے اور تمھارے گناہ ایک ایک کر کے تمھارے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ غارت ہو جائیں یہ گناہ۔ ان کی نحوست کتنی زیادہ اور ان کا خطرہ کتنا سخت ہے۔؟

☆ قومِ نوح علیہ السلام کو گناہوں کے سوا کس چیز نے طوفان میں غرق کیا تھا۔؟

☆ قومِ عاد و ثمود کو گناہوں کے سوا کس نے ہلاک کیا تھا۔؟

☆ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر ان کی بستی کو الٹا کر پھینکا گیا۔؟

☆ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو فوراً عذاب میں جکڑ دیا گیا۔؟

☆ ابرہہ پر سخت پتھریلی کنکریوں کی بارش کی گئی۔؟

☆ اور فرعون پر مہلک عذاب نازل کیا گیا۔؟

ان سب کا سبب نافرمانیوں اور گناہوں کے سوا کیا تھا۔؟

ایمان و عزیمت کے پہاڑ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت و نبوت کے آغاز میں مکہ مکرمہ میں لوگوں کو درپردہ اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے اور مسلمان بھی اپنے دین اسلام کو چھپائے پھرتے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد اڑتیس (۳۸) مردوں تک پہنچ گئی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا آپ ظاہر کر دینے اور دین اسلام کی دعوت کو عام کر دینے پر اصرار کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابو بکر! ہم ابھی بہت قلیل تعداد میں ہیں۔"

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلسل اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مسلمان بھی چل نکلے اور مسجد کے اطراف و اکناف میں بٹ گئے۔ ہر شخص اپنے اپنے خاندان کے لوگوں میں پہنچ گیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہو کر خطاب کرنے لگے۔ وہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کام کرنے والے اُس وقت کے پہلے خطیب

تھے۔جب مشرکین نے دیکھا کہ یہ شخص ان کے معبودوں کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے اور ان کے دین میں عیب و نقص نکال رہا ہے تو وہ سب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں پر جھپٹ پڑے۔اور مسجد حرام کے اندر ہی انھیں سخت زدو کوب کرنا شروع کر دیا۔سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے دین اسلام کا کھلے عام اظہار کرتے چلے گئے یہاں تک کہ مشرکین کے ایک گروہ نے انھیں گھیر لیا اور اتنا مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔

وہ پیرانہ سالی کو پہنچ رہے تھے،ان کی عمر پچاس سال کے قریب ہو گئی تھی۔فاسق وفاجر عتبہ بن ربیعہ ان کے قریب پہنچا۔ان کے پیٹ اور سینے پر چڑھ کر کودنے لگا۔اور انھیں اپنے ڈبل چمڑے کے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا۔انھیں وہ ان کے چہرے پر رکھ کر رگڑتا تھا یہاں تک کہ اس نے ان کے چہرے کا گوشت چھید کر رکھ دیا۔ان کا خون اس حد تک بہہ رہا تھا کہ ان کی ناک کو چہرے سے الگ پہچاننا مشکل ہو گیا۔ان پر غشی کا عالم طاری تھا۔بالآخر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اپنے قبیلہ بنو تیم کے لوگ آگے بڑھے اور انھوں نے حملہ آور مشرکین کو پیچھے ہٹایا۔

لوگوں نے انھیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر اٹھالیا۔انھیں اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ یہ تو مر چکے ہیں۔تاہم انھوں نے انھیں ان کے گھر پہنچایا۔ان کے والد اور قوم وقبیلہ کے دوسرے افراد ان کے سرہانے بیٹھ گئے۔وہ انھیں ہلا رہے تھے مگر وہ کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔جب دن کا آخری پہر ہو گیا،شام کے سائے بڑھنے لگے تو انھیں کچھ افاقہ ہوا۔انھوں نے آنکھیں کھولیں اور ان کی زبان سے نکلنے والا پہلا جملہ یہ تھا۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے ؟''

یہ سن کر ان کے والد،جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے،سخت ناراض ہوئے انھیں برا بھلا کہا اور پھر وہاں سے نکل گئے۔تب ان کی والدہ ان کے سرہانے سے جڑ کر بیٹھ گئیں۔وہ انھیں کچھ کھلانے پلانے کی کوشش اور اصرار کرتی رہیں۔لیکن ان کی زبان سے صرف یہی ایک جملہ بار بار نکل رہا تھا۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے ؟''

آپ کی والدہ نے کہا:

اللہ کی قسم! مجھے تمھارے ساتھی کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔انھوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ وہ سیدہ ام جمیل بنت الخطاب رضی اللہ عنہا(خواہرِ فاروق رضی اللہ عنہ)کے پاس جائیں اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال احوال دریافت کریں۔سیدہ ام جمیل(فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا)اسلام لا چکی تھیں۔مگر دوسروں کی طرح وہ بھی ابھی اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ اپنے گھر سے روانہ ہوئیں اور سیدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچیں۔اور ان سے یوں گویا ہوئیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تم سے محمد بن عبد اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)کی خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں۔سیدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا ڈر گئیں کہ اس طرح کہیں ان کے اسلام لانے کا انکشاف نہ ہو جائے۔لہٰذا کہنے لگیں: ''میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتی اور نہ ہی محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کو پہچانتی ہوں،لیکن اگر تم چاہو تو میں تمھارے ساتھ تمھارے بیٹے کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔''

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا: ہاں ٹھیک ہے۔ وہ ان کے ساتھ چل دیں۔ جب وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ سخت زخمی اور تشویشناک حالت میں بے سدھ پڑے ہیں۔ چہرے کا گوشت جگہ جگہ سے پھٹا ہوا اور خون جاری ہے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ رونے لگیں اور کہنے لگیں:

تمھاری قوم نے تمھیں مار مار کر تمھارا یہ حال کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ لوگ بڑے ہی فاسق و فاجر اور کافر ہیں۔ مجھے امید ہے اللہ ان سے تمھارا انتقام ضرور لے گا۔ ان کی آواز سن کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:

اے ام جمیل رضی اللہ عنہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خبر ہے؟

سیدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف دیکھا جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ وہ اس بات سے ڈر گئیں کہ کہیں وہ مسلمانوں کے بھید کفار تک نہ پہنچا دیں، لہٰذا سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگیں:

تمھاری ماں سن رہی ہے۔ انھوں نے کہا:

آپ ان کی موجودگی سے نہ گھبرائیں۔ یہ آپ کو کوئی اذیت نہیں پہنچائیں گی۔ اب سیدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! صحیح وسالم اور بخیر وعافیت ہیں۔"

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ اب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا:

تمھیں اپنے ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی خیریت کا پتا چل گیا ہے۔ اب کچھ کھا پی لو۔ انھوں نے کہا:

نہیں، اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سلامت دیکھ نہ لوں۔ ان دونوں خواتین نے انھیں کچھ دیر انتظار کرنے کا مشورہ دیا۔ جب رات کے اندھیرے چھا گئے، گلی میں لوگوں کی آمد ورفت ختم ہو گئی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نہ اٹھ سکے۔ اب ان کی والدہ اور سیدہ ام جمیل رضی اللہ عنہا نے انھیں پکڑا اور وہ ان کے سہارے گھر سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ انھوں نے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر جھک گئے اور انھیں بوسہ دینے لگے۔ وہاں موجود تمام مسلمان بھی ان کے گرد جمع ہو گئے۔ انھیں اس حال میں دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت رقت طاری ہو گئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان سے یہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ صرف اس فاسق عتبہ نے میرے چہرے کا جو حال کیا ہے صرف اس کی مجھے تکلیف ہے۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری ماں ہے اور یہ اپنے بیٹے کے لیے بہت ہی شفیق و محسن ہے۔ آپ ایک مبارک شخصیت ہیں، انھیں اللہ کی طرف دعوت دیں، اسلام کی تبلیغ کریں اور اللہ سے ان کے لیے رشد وہدایت کی دعا فرمائیں، شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اللہ انھیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اسلام وہدایت کی دعا فرمائی اور انھیں اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی طرف دعوت دی تو وہ وہیں مسلمان ہو گئیں۔

(البداية والنهاية لابن كثير :۳/۳۰)

ایمان وعزیمت کے اس مضبوط وعظیم پہاڑ۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھیں۔ دعوت و تبلیغ میں ان کی گہری دلچسپی پر غور کریں اور دینِ اسلام پر ان کے ثبات واستقلال کی قوت پر انگشت بدنداں ہو کر انھیں داد دیں۔ کیا آپ نے کبھی اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے آپ سے یہ سوال کیا ہے:

☆ آپ نے اسلام کی کیا خدمت سرانجام دی ہے؟

کتنے لوگ آپ کی دعوت و تبلیغ اور حسنِ اخلاق و کردار کے نتیجے میں راہِ ہدایت پر آئے ہیں۔؟

☆ کیا آپ نے بھی اللہ کی راہ میں کوئی آزمایش اور مصیبت اٹھائی ہے۔؟

☆ کیا آپ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔؟

ہمت و شجاعت دکھلائیں اور اس میدان میں بھرپور رول ادا کریں۔

دعوت و تبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے مقابلے میں عزیمتوں کے پہاڑ بن کر ڈٹ جائیں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر اور معاون ومددگار ہو گا اور صراطِ مستقیم پر چلائے گا۔

اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

ایک غریب اور فاقہ کش نوجوان تھا۔ چلتے پھرتے گلی کوچوں میں پھیری لگاتا اور کچھ بیچ کر پیٹ پال رہا تھا۔ وہاں ایک مالدار فارغ البال عورت تھی جو حرام میں ہاتھ رنگنے سے باز نہیں رہتی تھی۔ وہ شیطان کا پھینکا ہوا ایک جال تھی۔ ایک دن وہ نوجوان اس عورت کے گھر کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کواڑ کو تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکتے ہوئے اس سے پوچھا: کیا سامان بیچ رہے ہو؟

اس نے اسے بتادیا۔ عورت نے اس نوجوان سے کہا کہ اندر آجاؤ، میں سامان دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب وہ اندر داخل ہو گیا تو اس عورت نے دروازے کو اندر سے بند کر لیا اور اس نوجوان کو زنا و حرام کاری کی دعوت دے دی۔ وہ نوجوان اس عورت پر چلایا اور کہنے لگا:

معاذ اللہ! (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)۔ اور ساتھ ہی اس نے اُس وقت کو یاد کرنا شروع کر دیا جب تمام لذتیں مٹ جائیں گی اور حسرتیں گھیر اڈال لیں گی۔ اس نے وہ دن یاد کیا جب زناکاری و بدکاری سے لذت اٹھانے والے اعضائے جسم ہی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ وہ پاؤں جن پر وہ چل کر گیا تھا۔ ہاتھ جن سے اس نے چھوا تھا۔ وہ زبان جس کے ساتھ اس نے فحش گفتگو کی تھی۔ بلکہ اس کے جسم کا ایک ایک حصہ اور رُواں رُواں اس کے خلاف گواہی دے گا۔ اس نوجوان نے نارِ جہنم کی گرمی اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو یاد کیا۔ وہ دن اور وہ منظر یاد کیا کہ زناکاری کرنے والوں کو جہنم میں لٹکایا جائے گا۔ انھیں لوہے کے کوڑوں سے مارا جائے گا۔ ان میں سے جب کوئی اس مار سے گھبرا کر فریاد و پکار کرے گا تو اسے فرشتے کہیں گے:

تمھاری یہ آواز اس وقت کہاں تھی جب تم قہقہے لگا لگا کر ہنستے تھے؟ شاداں و فرحاں تھے، کھیل تماشے میں مگن تھے، تمھیں اللہ کا ذرہ بھی خیال نہ تھا اور نہ ہی تم اس سے حیا و شرم کھاتے تھے؟

اس نوجوان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد آگیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ۔ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا)) (صحيح مسلم، برقم: ۹۰۱)

"اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! اللہ سے زیادہ غیرت کھانے والا کوئی نہیں۔ اس کا کوئی بندہ یا اس کی کوئی بندی زنا کا ارتکاب کرے۔ اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! جو میں جانتا ہوں وہ باتیں اگر تمھیں معلوم ہو جائیں تو کم ہی ہنسو، زیادہ تر روتے ہی رہا کرو گے۔"

اسے وہ دن یاد آگیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں زناکاری کرنے والے مردوں اور عورتوں کو دیکھا، جنھیں عریاں و مادر زاد ننگی حالت میں ایک ایسی تنگ جگہ میں بند کیا گیا تھا جو روٹی پکانے والے تندور جیسی تھی، اس کا نیچے والا حصہ چوڑا اور بالائی جانب تنگ تھی۔ وہ اس میں چیخ چلا رہے تھے۔ ان کے نیچے سے بھڑکتی ہوئی آگ کا شعلہ آتا تھا اور جب یہ شعلہ آتا تو اس کی شدید گرمی سے وہ چلاتے تھے۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل علیہ السلام! "یہ کون لوگ ہیں؟"

انھوں نے جواب دیا: یہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں۔

یہ عذاب انھیں قیامت کے دن تک دیا جاتا رہے گا اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت اور تادیر باقی رہنے والا ہے، اللہ تعالیٰ سے عفو و کرم اور عافیت کی دعا ہے۔ اس نوجوان کو اس کے شیطانی نفس نے مشورہ دیا: اب کر گزرو اور بعد میں توبہ کر لینا۔

لیکن اس نے کہا:

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں اللہ کی قائم کردہ حد اور اس پردے کو کیسے تار تار کر دوں۔؟ میں اس عورت کو کیسے دیکھوں جس کا دیکھنا میرے لیے حلال نہیں ہے، جبکہ ہمارے اوپر سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ پھر ہم مخلوق سے کیسے پردے میں رہ سکیں گے جب خالق کے سامنے اس فسق و فجور کا ارتکاب کریں گے؟

وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی سے سوچتا رہا کہ اس مشکل سے کیسے نکلوں؟ اس کی نگاہیں دروازے پر جمی تھیں۔ اتنے میں وہ بدکار عورت چلا کر کہنے لگی کہ اگر تم نے اس فعل کا ارتکاب نہ کیا جو میں چاہتی ہوں تو میں شور مچادوں گی۔ گردو پیش کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہوں گی کہ اس نوجوان نے میرے گھر میں گھس کر میری عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا ہے۔

اس کے بعد تمھارا انجام قتل یا کم از کم تمھارا ٹھکانا جیل ہو گی۔ وہ پاک دامن نوجوان یہ صورتِ حال دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اُس نے اِس بدکار عورت کو اللہ کا خوف دلایا مگر وہ باز نہ آئی۔ جب اس نے یہ سب دیکھا تو اس نے کسی بھی طرح اس عورت سے جان چھڑانے کا حیلہ اور بہانا سوچنا شروع کر دیا، بالآخر اس نے کہا کہ میں بیت الخلا (toilet) میں جانا چاہتا ہوں۔ اس عورت نے ٹائلٹ کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ جب بیت الخلا میں داخل ہوا تو اس نے اس کی کھڑکیوں کی طرف نظر دوڑائی اور اندازہ لگا لیا کہ وہ ان کے راستے یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا۔ اب گلو خلاصی کے لیے اسے صرف یہی ترکیب سوجھی کہ وہ اپنے آپ کو گندگی مل لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور لیٹرین سے غلاظت اٹھا کر اپنے ہاتھوں، جسم اور کپڑوں پر مل لی۔ اور پھر اس فاحشہ عورت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

جب اس نے اسے اِس حال میں دیکھا تو چلا اٹھی اور اس سے لیا ہوا سامان اُٹھا کر اس کے منہ پر مارا اور اسے گھر سے دھکیل دیا۔ وہ گلی سے گزر رہا تھا تو بچے اس کے پیچھے پاگل پاگل کا شور مچا رہے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر جا پہنچا۔ اپنے کپڑے تبدیل کیے اور نہا دھو کر بدن کو صاف کیا۔

اس وقت سے لے کر اس کے جسم سے مسلسل خوشبو پھوٹتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ اس دار الفنا سے دار البقا کی طرف انتقال کر گیا۔

(مأخوذ از المواعظ علاّمہ ابن الجوزي)

جنت پا گئے

ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ صحابہ میں سے ایک خوبرو نوجوان تھے۔ مدینہ منورہ میں ہی ان کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ ایک دن شیطان نے انھیں وسوسے میں مبتلا کیا اور ایک انصاری صحابی کی کنیز کے بارے میں بہکا پھسلا لیا۔ وہ اسے لوگوں کی نگاہوں سے خلوت میں لے گئے اور ان کے مابین تیسرا شیطان داخل ہو گیا جو ان دونوں کے دماغ پر سوار ہو کر ان دونوں کو ایک دوسرے کے لیے خوب بنا سنوار کر پیش کرتا رہا حتیٰ کہ وہ حرام فعل۔ زنا کاری۔ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

ماعز رضی اللہ عنہ جب اس گناہ میں ہاتھ رنگنے سے فارغ ہوئے تو شیطان ان کے دماغ سے نکل کر الگ ہو گیا۔ اب انھوں نے شدتِ غم و ندامت سے رونا شروع کر دیا۔ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں لگ گئے۔ وہ اللہ کے عذاب سے اس حد تک ڈر گئے کہ انھیں اپنی زندگی اجیرن لگنے لگی۔ ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ ان کے گناہ نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر ستانا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس گناہ نے ان کے دل کو جلا کر خاک کر دیا۔

اب وہ طبیبِ قلوب، روحانی بیماریوں کے معالج، حکیم الامت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہو کر یوں عرض گزار ہوئے:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بندہ زنا کا ارتکاب کر بیٹھا ہے۔ آپ مجھے سزا دے کر اس گناہ سے پاک کر دیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخِ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ گھوم کر ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور پھر عرض پرداز ہوئے:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں زنا کر بیٹھا ہوں، مجھے سزا دے کر پاک کر دیجیے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تیرا بھلا ہو! لوٹ جاؤ اور اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔"

وہ تھوڑا سا لوٹ کر گئے مگر ان سے صبر نہ ہوا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یوں درخواست کی:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر زنا کی سزا نافذ کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرما دیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

"تیرا بھلا ہو! لوٹ جاؤ اور اللہ کے حضور توبہ تائب ہو جاؤ اور اس سے مغفرت و بخشش مانگو۔"

راوی کا بیان ہے کہ وہ واپس لوٹ گئے اور تھوڑی ہی دور گئے۔ مگر پھر فوراً لوٹ آئے اور گریہ زاری کرنے لگے: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے پاک کر دیجیے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے ساتھ زور دار آواز سے فرمایا:

تیرا بُرا ہو۔! تمھیں کیا معلوم ہے کہ زنا کیا ہے؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اسے ہمارے سامنے سے دور ہٹا دو۔ مگر وہ یکے بعد دیگرے۔ اور دوبارہ سہ بارہ۔ لوٹ لوٹ کر آتے ہی چلے گئے۔ جب ان کا بار بار لوٹنا بڑھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں سے پوچھا:

"یہ نوجوان کہیں پاگل تو نہیں؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! ہمیں اس میں کسی قسم کی کوئی بیماری نظر نہیں آئی۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شاید یہ اس وقت شراب پیے ہوئے اور نشے کی حالت میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہو؟"

ایک آدمی اٹھا اور اس نے ان کے منہ کے قریب جا کر سونگھا تو اسے شراب جیسی کوئی بدبو محسوس نہ ہوئی۔

تب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جانتے ہو۔ زنا کیا ہے؟"

انھوں نے عرض کیا:

جی ہاں! میں نے ایک عورت کے ساتھ ایک فعلِ حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے ساتھ وہی کچھ کیا ہے جو کوئی آدمی اپنی بیوی سے حلال طور پر کرتا ہے۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا:

"تم اپنی اس بات سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

انھوں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر شرعی حد قائم فرمادیں اور مجھے اس گناہ سے پاک کر دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ٹھیک ہے۔ اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ اس نوجوان کو رجم (سنگسار) کر دیا جائے چنانچہ انھیں رجم کر دیا گیا حتیٰ کہ وہ مسلسل پتھر لگنے کے نتیجے میں وفات پا گئے۔

جب ان کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور انھیں دفن کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس مقام سے گزرے جہاں انھیں سنگسار کیا گیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ وہاں دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا:

اس آدمی کو دیکھو کہ اس کے گناہ پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا تھا لیکن اس نے اپنے گناہ کو پردے میں نہیں رکھا اور کنکر و پتھر سے یوں سنگسار کیا گیا ہے جیسے کسی کتے کو کنکر و پتھر مار مار کر جان سے مار دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر خاموش رہے اور گھڑی بھر اسی طرح چلتے گئے۔ آگے جا کر ایک جگہ مرے ہوئے گدھے کو پڑے دیکھا، جسے سورج کی گرمی نے جلا رکھا تھا۔ اس کا پیٹ خوب پھُول گیا ہوا تھا جس کے نتیجے میں اس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھ چکی تھیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مردار گدھے کو دیکھا تو فرمایا:

فلاں فلاں آدمی (دونوں باتیں کرنے والے) کہاں ہیں؟

ان دونوں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہ موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سواریوں سے اترو اور اس مردہ گدھے کا گوشت کھاؤ۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

ان دونوں نے عرض کیا:

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس مردہ گدھے کا گوشت کون کھاسکتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم نے ابھی ابھی اپنے سنگسار شدہ بھائی کی غیبت کرکے جو گناہ کیا ہے۔ وہ اس بدبودار مردار کا گوشت کھانے سے بھی بدترین فعل ہے۔ اس نوجوان نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس توبہ کو پوری امت پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ ان سب کے کے لیے کافی ہو جائے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ نوجوان تو اس وقت جنت میں مزے لوٹ رہا اور اس کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے۔؟ جی ہاں! ان سے زنا کا گناہ تو سرزد ہوا۔ انھوں نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان کا پردہ تو چاک کیا لیکن پھر توبہ ایسی کی کہ اگر ان کی توبہ کو پوری امت پر تقسیم کر دیا جائے تو ساری امت کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

[یہ واقعہ صحیح بخاری (۴۹۷۰) و مسلم (۱۶۹۱) دونوں میں ہی ہے اور ہم نے اس کی متعدد روایات کے مجموعے کا مفاد بیان کیا ہے]

ایک گلوکار کی توبہ

اس نے اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے کہا:

وہ کھڑکی میں کھڑی ہو کر آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اپنے ان ہاتھوں سے اشارہ کر رہی تھی، جنھیں مرورِ زمانہ نے لاغر و کمزور کر رکھا تھا۔ وہ اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر وہ جذباتِ آہ و بکا سے مغلوب ہو گئی اور اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

میں نے رُک کر اس کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے رونے کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ لیکن میرے گناہوں کی ایک دبیز اور موٹی تہہ میرے سینے پر بیٹھی تھی جو اس کی آہ و بکا میرے پتھر جیسے سخت دل تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔

میں نے اس کے پاس رہنے کے لیے اس کی تمام منتیں سماجتیں ٹھکرا دیں اور اپنے ہی شہر کی یونیورسٹی میں داخلہ لے کر اپنی تعلیم مکمل کرنے کی نصیحت و مشورے کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہ دی۔ انانیت و خود غرضی، خود پسندی۔ جعلی و کھوکھلی حریت و آزادی کی تلاش اور مستقل بالذات شخصیت کے خواب بلکہ خواہشاتِ نفس و شہوت کی غلامی، لذتِ کام و دہن کی اسیری اور جن و اِنس کے تمام شیطانوں کا گھیراؤ تھا اور وہ سب ایک دوسرے کے ہمنوا بن کر مجھے بہکانے پر متحد ہو چکے تھے۔

میں اس کی نصیحتوں اور مشوروں سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ اس کی شفقت و محبت بھری ممتا سے بھاگ نکلا تھا۔ مگر وہ اس بات سے ڈر رہی تھی کہ میں کہیں اخلاقی انحراف اور بے راہ روی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ میں نے اسے گھر کی کھڑکی کے سامنے کھڑے الوداع کرتے ہوئے چھوڑا۔ میں تو اس کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ مگر وہ اسی جگہ کھڑی تھی۔

میں نے دل ہی دل میں کہا: الوداع امی جان!

مجھ پر ایک عرصہ گزر گیا کہ میں اپنی والدہ سے غائب تھا۔ مجھے گھر سے نکلتے وقت یہ الفاظ بھی سننے کو نہیں مل رہے تھے: بیٹا! اللہ کی سپرد۔ بیٹا! تم کہاں جارہے ہو؟ وہاں مجھے یہ الفاظ سننے کو نہیں مل رہے تھے: بیٹے! تم اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟

میں لہو ولعب اور عیش کوشی کی زندگی گزارنے میں مگن ہو گیا، وہ زندگی جس میں غفلت شعاری اور نافرمانی و گناہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔

''میری آواز بہت سریلی ہے۔''

یہ کہہ کر میرے بُرے ساتھی گلوکاری کو میرے سامنے بنا سنوار کر پیش کرنے لگے اور میں نے گانا شروع کر دیا۔ انسانی شکلوں میں میرے گرد منڈلانے والے شیطانوں نے داد و دہش کے ڈونگرے برسانے شروع کر دیے۔ ان کی اس واہ واہ نے میرے دل میں نرم گوشہ پیدا کر لیا۔ آخر وہ دن بھی آگیا کہ مجھے باقاعدہ سٹیج پر گانے کی دعوت دی گئی۔ اب میں ایک عجیب آویزش اور خوفناک کشمکش میں مبتلا ہو گیا کہ کروں تو کیا؟ ابھی تک شرم و حیا کا مادہ میرے دل میں تھوڑی سی جگہ لیے ہوئے تھا۔ میں کچھ دیر کے لیے ہاں اور نہ کی ملی جلی کیفیت میں رہا۔

میرا دل مجھے ملامت کر رہا تھا۔ ہر گز نہیں۔ میں ان فاسق لوگوں کی طرح سٹیج پر کھڑے ہو کر نہیں گاؤں گا۔ لیکن عین اسی وقت میرا شیطانی نفس مجھے زجر و توبیخ اور لعنت و ملامت کر رہا تھا۔ یہ تمھارے لیے ایک سنہری موقع ہے۔ اسے ہاتھ سے ہر گز نہ جانے دو۔ تم ایک مشہور فنکار بن جاؤ گے۔ بہت پس و پیش اور تردّد کے بعد بالآخر میں نے وہ دعوت قبول کر لی۔ میں سٹیج پر تو چڑھ گیا مگر ابھی تک بھی میرے دل میں شرم و حیا کے چند قطرے باقی تھے۔ لیکن گانے کے پہلے بول کے ساتھ ہی رہی سہی شرم و حیا بھی جاتی رہی۔ سارا ہال ساز و موسیقی سے گونج اٹھا۔ لوگ جھوم جھوم کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔ میں جب جب خاموش ہوتا۔ لوگوں کی داد و دہش اور تعریفی کلمات مجھے مسلسل گانے پر آمادہ کرتے جاتے تھے۔ وہ رات تو گزر گئی۔ مگر اس نے میرے رہے سہے ایمان کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میرے بُرے دوستوں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی۔ پروگرام کرنے کی دعوتیں بکثرت ہوتی گئیں۔ میں ایک سٹیج سے دوسرے سٹیج کی طرف لپکنے لگا۔ طرح طرح کے گناہوں اور رنگارنگ نافرمانیوں کا دور شروع ہو گیا۔ کہیں عمومی رتجگے ہوتے تو کہیں خصوصی نائٹ پروگرامز۔ مجھے ایک پیلس میں موسیقی اور گانے کے ایک بہت بڑے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی، میں نے اس میں بعض گانے پیش کیے جن سے لوگ بہت لطف اندوز ہوئے۔

میں واقعی فنِ گلوکاری کے آسمان پر رونما ہونے اور چمکنے والا نیا ستارہ تھا۔ گانا و موسیقی کے میلے یا جشن کے بعد ایک بہت بڑے فنکار کی طرف سے مجھے دعوت ملی جس میں اس نے مجھے یہ آفر دی کہ وہ میری فنی تربیت کرنے اور مجھے اپنی شاگردی میں لینے کے لیے تیار ہے تا کہ وہ مجھے تراش سکے۔

میں نے اس سکیرٹری کے ذریعے اس مشہور فنکار کی اپوائنٹمنٹ حاصل کی، تا کہ اس سلسلے میں معاملات کو ترتیب دیا جا سکے۔ اپوائنٹمنٹ کے لیے جمعرات کا دن طے پایا۔ شب و روز بڑی تیزی سے گزرتے گئے۔ طے شدہ دن سے دو روز قبل میں بعض تقریبات میں شرکت کرنے کے لیے اپنے گھر آیا۔ گھر میں ایک مسلسل کیف و سرور اور خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ جمعرات کو میرے بھائی کی شادی تھی اور بدھ کو میری دو بہنوں کی تقریبِ نکاح خوانی طے پائی تھی۔

میری ماں شاداں و فرحاں شہد کی مکھی کی طرح اِدھر سے اُدھر اڑتی پھر رہی تھی اور خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔ وہ لوگوں کی خیر و برکت کی دعاؤں اور تہنیت و مبارکبادوں کے جواب بھی دیتی جا رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر فرحت و مسرت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ ساری دنیا کو بانٹ دی جائے تو کائنات کی ہر چیز مسکرانے لگے۔ وہ دن رات کو ایک کیے ہوئے شادی کی بڑی تقریب کے انتظامات میں مصروف تھی۔ ہر ہر چیز کو بذاتِ خود دیکھ کر اطمینان کر لینا چاہتی تھی۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں وہ پوچھ تاچھ کر رہی تھی۔

جمعرات کا دن بہت ہی جلد آن پہنچا، لیکن اس دن ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے میری زندگی کا دھارا ہی بدل کر رکھ دیا۔ وہ المناک واقعہ جس نے مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ اس المیے نے میرے مردہ دل کو زندگی دے کر پھر سے دھڑکنا سکھلا دیا۔ اس حادثے نے مجھے غلاظت کی دلدل سے باہر نکال دیا۔ ذلالت و کمینگی کے کیچڑ سے باہر کھینچ لیا۔ اس نے مجھے گانا و موسیقی کے گندے جوہڑ سے نکال کر صاف ستھری جگہ پر لا پھینکا۔ میری ماں فوت ہو گئی۔ کس طرح؟ میں کچھ نہیں جانتا۔

لیکن اہم بات تو یہ ہے کہ وہ فوت ہو گئی۔ لیکن اس سے قبل ہماری خوشی کے اس موقع پر وہ ہمارے ساتھ شریک رہی۔ پھر وہ تھوڑا سا ایک طرف کو ہو گئی اور اس نے اپنا تھکا ماندا جسم اپنے بستر پر گرا لیا۔ وہ اپنی زبانِ حال سے گویا کہہ رہی تھی:

"میرے بچو! الوداع۔ اب تم بڑے ہو گئے ہو۔"

خوشی کی یہ تقریب سوگ اور ملال و حزن میں بدل گئی۔ سب کے چہرے اداس و خاموش ہو گئے۔ لوگوں پر دہشت سی طاری ہو گئی اور اس ناگہانی حادثے نے سب کی زبانیں گنگ کر دیں۔ ہر آنکھ ہی اشک بار ہو گئی اور دل دہل گئے۔ گھر کی ہر طرف سے سسکیوں کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ ہر چیز آہ و بکا میں مصروف تھی۔ سوائے میری ماں کے۔ وہ اپنے بستر پر انتہائی پر سکون پڑی تھی اور اس کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔؟ اسے اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

گھر والے اسے غسل دینے لگے۔ تجہیز و تکفین کا مرحلہ طے ہوا تو میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں سفید کفن میں ملبوس اس کی میت پڑی تھی۔ میں نے اس کا آخری دیدار کیا۔ اس کا چہرہ اسی طرح انتہائی پر سکون و پر اطمینان نظر آ رہا تھا جس طرح ایامِ حیات میں ہوا کرتا تھا۔

میں نے اس کے منہ، اس کی آنکھوں اور اس کے ہاتھوں کو خوب گہری نظر سے دیکھا۔ کل تک میری یہ ماں مجھے اس خوف کی بنا پر اپنے سے دور جانے سے روکا کرتی تھی کہ میں کہیں بگڑ نہ جاؤں۔ میں نے اسے بوسہ دیا، اس پر خوب جی بھر کر رویا اور میرے ارد گرد کھڑی میری بہنیں بھی خوب دل کھول کر روئیں۔ بالآخر ان لوگوں نے مجھے غسل و تکفین والے اس کمرے سے باہر نکال دیا۔

کئی گھڑیاں بڑی تیزی سے گزر گئیں۔ جن کے گزرنے کا مجھے احساس ہی نہ ہوا۔ ناگاہ میں نے اپنے آپ کو صف میں کھڑے اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے پایا۔ اس کی میت بلا حس و حرکت پڑی تھی۔ اور امام صاحب "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی آوازیں دہرا رہے تھے۔ میں نے دل و جان کی گہرائیوں سے اس کے لیے دعائیں کیں۔ اور یہ دعائیں بھی کیں کہ اللہ مجھے وہ تقصیریں اور کوتاہیاں بھی معاف کر دے جو میں نے اس کے حقِ خدمت میں کی ہیں۔

لوگوں کے ساتھ میں نے بھی اس کے جنازے کو کندھا دیا اور اسے اٹھا کر اس کی آرام گاہ قبرستان کی طرف چل دیے۔ میں نے اس کی قبر پر مٹی ڈالنا شروع کر دی میری زبان پر بے ساختہ یہ دعا جاری تھی:

"اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهَا، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهَا"

"اے اللہ! اسے ثابت قدم رکھنا۔ اے اللہ! اسے ثابت قدمی عطا کرنا۔"

سارا دن تو تعزیت کرنے والوں کے مابین گزر گیا۔ لیکن اب رات کا ماجرا کچھ اور ہی تھا۔

میں آج ذرہ جلدی ہی اپنے بیڈ روم میں داخل ہو گیا۔ تمام لائٹیں آف کر دیں۔ اور اپنے آپ کو بستر پر گرا لیا۔ اب ماضی کی فلم میری آنکھوں کے سامنے چلنے لگی اور اس کی ایک ایک تصویر میرے دل و دماغ کے پردے پر عیاں ہوتی گئی۔ میری والدہ کی آوازیں میرے کانوں بلکہ میرے گرد و پیش میں گونج رہی تھیں:

میرے بیٹے! اٹھو۔ تمھاری نماز کا وقت نہ نکل جائے۔ تیرے ساتھی مسجد میں تیرا انتظار کر رہے ہیں۔

کبھی یہ آوازیں میرے کانوں کے پردوں سے ٹکرانے لگتیں:

اے میرے لختِ جگر! میرے پاس ہی رہو، مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ، اپنی تعلیم جاری رکھو۔ یہ سفر اختیار نہ کرو۔

بیٹا! اپنا خیال رکھا کرو۔

حسرتوں، ندامتوں، غموں اور پریشانیوں کے بادل میرے سینے پر چھا گئے اور دل پر ان کے بوجھ کی وجہ سے مجھ سے سانس لینا دشوار ہو گیا۔ نافرمانیوں کے واقعات کی ایک رِیل چل پڑی جو ان تمام مناظر کو ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے پیش کرنے لگی۔

میری ماں مجھے سعادتوں اور خوشیوں سے ہمکنار کرنے میں کوشاں رہی اور میں نے ہمیشہ اسے دکھوں سے دوچار کیا۔ وہ میرا دامن فرحتوں سے بھرتی رہی اور میں اسے رلاتا رہا۔ مجھے ایک ایک کر کے وہ تمام اوقات یاد آنے لگے جب وہ میری منتیں سماجتیں کرتی اور پر اُمید التجائیں کرتی کہ باہر نہ جاؤ۔ اور یہ برے کام نہ کرو۔ اب میں ان سب پر آہیں بھر رہا اور حسرتوں کے آنسو بہا رہا ہوں۔

آہ! میں کتنا نافرمان تھا اپنی ماں کا۔ آخرت میں میرا کیا انجام ہو گا؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لاَ يَدْ خُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ))(صحيح البخاري، برقم:٥٦٣٨)

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔''

میری ماں کے رِحم سے بڑھ کوئی اور رحم ورشتہ کیا ہو گا؟ مجھے ڈر ہے کہ اللہ کہیں مجھے اس گناہ کی فوری سزا نہ دے جو میری نسبت میرے بچوں کی نافرمانی کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔

میں چلاّ اٹھا: اے میرے پروردگار! مجھے معاف کر دے۔ کاش میری ماں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آجائے اور میں اس کے سر کو چوم کر اس سے معافی مانگ لوں، بلکہ میں اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ کر اپنے اشک ہائے ندامت سے اس کے پاؤں دھو دوں۔

اس بیچاری نے میرا کیا بگاڑا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ اتنا سرد مہری کا سلوک کیا؟ اس کا کیا قصور تھا کہ میں نے اس کے لیے یہ متکبرانہ رویہ اپنایا؟ کیا یہی وہ شخصیت نہیں جس نے نو ماہ تک مجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا؟ پھر وضع حمل کی اذیتیں برداشت کیں اور میرے بچپن میں میرے آرام کی خاطر خود جاگ جاگ کر راتیں کاٹیں؟

آہ! میرا دل کتنا ہی سخت ہے۔!

اپنے والد کے لیے تو میری حالت اس سے بھی زیادہ بری تھی۔ میں خوب رویا۔ میں نمازِ جنازہ کے لیے کھڑا ہوا۔ مگر میں کچھ بھی نہ پڑھ سکا۔ میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ میرے آنسو بہت ہی گرم تھے۔ انھوں نے میرے دل کی سختی کو پگھلا کر نرم کر دیا۔ اب میں سجدہ ریز ہوا تو میں نے اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو بھگو دیا۔ ایک پکار تھی جو میرے دل کی گہرائیوں سے اٹھ رہی تھی۔ صدقِ دل سے دعائیں بھی زبان سے ادا ہو رہی تھیں اور میرے جسم کا رُواں رُواں آمین آمین کہہ رہا تھا۔ میں نے اپنے رب سے یہ عہد کیا کہ میں اپنی ماں کی موت کے بعد اب اس کے لیے ہمیشہ مغفرت ورحمت کی دعائیں

کرتا رہوں گا اور حسبِ استطاعت اس کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ وخیرات سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے رب سے یہ بھی دعا کی کہ اے اللہ! اپنے اس عہد کو نبھانے اور اس پر ثابت قدم رہنے میں میری مدد کرنا۔ اور میں نے بار بار یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ))

"اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم وثابت رکھنا۔"

میں نے نمازِ جنازہ مکمل کی۔ اب میں نے اپنے سیاہ اور مایوس کن ماضی پر نظر دوڑائی۔ اپنے کرتوتوں کے دفتر اور کارستانیوں کے اوراق پلٹے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک رجسٹر () میرے بعض گانوں کا ہے۔ کہیں پرستاروں کے خطوط کا بنڈل پڑا تھا۔ ادھر لوگوں کے ساتھ اور مختلف پروگراموں میں بنائے گئے تصویری البم رکھے تھے۔ ایک جگہ میرے مشہور ومقبولِ عام گانوں کا کیسٹ پڑا تھا اور پاس ہی کچھ دوسرے بدکاروں کے گانوں کے کیسٹ بھی رکھے تھے۔ میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں جتنے کارڈ تھے، وہ نکالے تو ان میں سے ایک کارڈ ایک بہت بڑے فنکار کا بھی تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے جمعرات کی عصر کو اس کے ساتھ اپنی اپوائنٹمنٹ یاد آگئی۔

میں چلّا اٹھا "اَعُوْذُ بِاللّٰہ" (اللہ کی پناہ!)

میں نے اپنے ہاتھ سے اس کارڈ کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اب میں نے آس پاس سے ہر اس چیز کو جمع کیا جو مجھے میرے گناہوں اور نافرمانیوں کی یاد دلانے والی تھی۔ ان سب کو میں نے ایک بوری میں ڈالا۔ اور اگلے دن میں نے ان سب سے ہمیشہ کے لیے جان چھڑالی۔

قصہ ایک بطلِ اسلام کا

وہ ایک خوبرو نوجوان تھے۔ ان کی تربیت وپرورش ایک معزز وباوقار اور صاحبِ سلطان واقتدار گھرانے میں ہوئی تھی۔ اپنی قوم میں ان کی بہت عزت وتعظیم کی جاتی تھی، اپنے ملک وعلاقے میں ان کی ایک ہیبت ودھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہم عمر لوگوں میں سرکردہ تھے اور اپنے زمانے کے منفرد شخص۔ بلکہ فریدِ دہر اور وحیدِ عصر تھے۔ یہ ہیں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔!

وہ آتش پرست مجوسی تھے۔ آگ کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ان کا باپ اپنی قوم کا سردار تھا۔ وہ اپنے اس ہونہار بیٹے کو دل وجان سے چاہتا تھا۔ اس نے انھیں اپنے گھر میں آگ کے پاس ہی ٹھہرا رکھا تھا۔

آگ کے پاس طویل عرصہ تک ٹھہرے رہنے کے نتیجے میں انھوں نے مجوسیت کو سیکھنے میں خوب محنت کی حتیٰ کہ وہ اپنے معبود "آگ" کو جلانے والے بن گئے۔

ان کے باپ کا ایک بہت بڑا باغ تھا، وہ روزانہ اس باغ میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کا باپ اپنے گھر میں کسی تعمیری کام میں مشغول تھا کہ اس نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا:

سلمان! تم میری جاگیر میں جاؤ اور وہاں فلاں فلاں کام کرو۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ وہ اس قید سے باہر نکلے۔ اور سیدھے باغ کی طرف چل دیے۔ جب وہ باغ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ان کا گزر عیسائیوں کے ایک گرجے () کے پاس سے ہوا۔ انھوں نے وہاں پر پوجا پاٹ کی آوازیں سنیں تو گرجے میں داخل ہو گئے تا کہ دیکھیں کہ وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے ان کی پوجا پاٹ یعنی عبادت کا جو انداز دیکھا وہ انھیں اچھا لگا اور ان کی پیروی کرنے کو جی چاہا۔ انھوں نے دل ہی دل میں کہا کہ جس دین مجوسیت و آتش پرستی پر ہم ہیں اس سے تو یہ اچھا ہے۔ انھوں نے عیسائیوں سے ان کے دین کے بارے میں سوال کیا اور تفصیل پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ان کے دین کا مرکز شام ہے اور ان کا سب سے بڑا عالم بھی وہیں ہے۔

وہ شام تک انھی کے پاس رہے حتیٰ کہ دن غروب ہو گیا اور اپنے والد کے پاس لوٹ آنے میں انھیں تاخیر ہو گئی۔

جب وہ لوٹ کر اپنے والد کے پاس آئے تو اس نے ان سے پوچھا: بیٹا! اب تک تم کہاں تھے؟

انھوں نے عرض کیا:

میرا کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنے کنیسہ (چرچ) میں عبادت و پوجا پاٹ کر رہے تھے۔ ان کا طریقہ کار اور عبادت مجھے اچھی لگی۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ ان کا والد ڈر گیا اور کہنے لگا:

اے میرے بیٹے! تمھارا دین اور تمھارے آباؤ اجداد کا دین ان کے دین سے بہت ہی اچھا ہے۔

اس پر انھوں نے برجستہ کہا: اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کا دین ہمارے دین سے بہت اچھا ہے۔

ان کا باپ اب اس خدشے میں مبتلا ہو گیا کہ یہ کہیں دینِ مجوس سے خارج نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انھیں گھر میں محبوس کر دیا۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی طرف سے جب یہ سلوک دیکھا تو عیسائیوں کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ میں تمھارے دین پر خوش ہوں اور اسے قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ جب شام کے عیسائیوں کا کوئی وفد تمھارے پاس آئے تو اس کے آنے کی مجھے اطلاع دینا۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ شام سے ایک وفد ان کے پاس آگیا جو شام کے عیسائی تاجروں پر مشتمل تھا۔

انھوں نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیج کر انھیں پیغام پہنچا دیا۔ انھوں نے اس پیغام رساں کو یہ جواب دے بھیجا کہ جب وہ تاجر اپنے کام کاج سے فارغ ہو جائیں اور ان کا واپسی کا ارادہ ہو جائے تو مجھے مطلع کر دیں۔ جب تاجروں نے واپسی کا پروگرام طے کر لیا تو انھوں نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچائی اور ملاقات کے لیے ایک جگہ طے کر دی۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کوشش کر کے کسی نہ کسی طرح اپنے پاؤں کی بیڑیوں کو کھولا۔ اپنے گھر سے طے شدہ جگہ کی طرف چل دیے اور وہاں سے ان تاجروں کے ساتھ ہی شام روانہ ہو گئے۔ جب وہ شام پہنچے تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ اس دین عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: وہ پادری () جو چرچ میں ہے۔[1]

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کنیسہ کی طرف چل پڑے۔ انھوں نے وہاں موجود بشپ کو اپنے سارے ماجرے کی خبر دے دی۔ اور اسے بتایا کہ میں اس دین کو قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہا کروں۔ آپ کی خدمت کروں۔ آپ کے ساتھ ہی عبادت کروں اور آپ ہی سے تعلیم حاصل کروں۔

بشپ نے ان سے کہا: تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔

اس طرح سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے بشپ کے ساتھ کنیسہ ہی میں رہنا شروع کر دیا۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نیکی کے کاموں، فلاح و بہبود کے امور اور عبادت و بندگی میں کوشاں رہا کرتے تھے۔ جبکہ وہ بشپ اپنے دین عیسائیت کا بدترین شخص تھا۔ وہ لوگوں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا۔ انھیں اس کی خوب ترغیب دلاتا۔ اور جب وہ اسے بکثرت صدقہ و خیرات جمع کروا دیتے تو وہ ان اموال کو اپنے لیے خاص کر لیتا اور خود ان پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا، فقرا و مساکین کو نہ دیتا۔ ایسی ہی دیگر وجوہات کی بنا پر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ لیکن وہ اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ بشپ کی لوگوں کے یہاں بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ جبکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک تو اجنبی تھے۔ دوسرے یہ کہ ابھی نئے نئے ہی ان کے دین مسیحیت میں داخل ہوئے تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ وہ بشپ مر گیا۔ اس کی قوم اس کی موت پر بہت غمزدہ ہوئی۔ سب لوگ جمع ہو گئے تاکہ غسل و تکفین کے بعد اسے دفن کریں۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں کے حزن و ملال اور غم کی یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگے:

تمھارا یہ بشپ کوئی اچھا آدمی نہیں تھا۔ بلکہ یہ عیسائیت کے علمائے سوء میں سے تھا۔ وہ تمھیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا اور تمھیں اس کی خوب ترغیب دلاتا۔ لیکن جب تم مال و دولت لا کر اس کے پاس جمع کروا دیتے تو وہ اسے اپنا ذاتی خزانہ بنا لیتا تھا۔ اور فقرا و مساکین کو اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا کرتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا: تمھارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا: میں تمھیں اس کے خزانے کا پتا دیتا ہوں۔

انھوں نے لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور اس جگہ جا ٹھہرے جہاں اس نے وہ خزانہ چھپا رکھا تھا۔ لوگوں نے اس جگہ کو کھودا تو وہاں سے سات بڑے بڑے برتن نکلے جو سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے۔ اب لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: اللہ کی قسم! ہم اسے دفن نہیں کریں گے۔ پھر انھوں نے واقعی اسے لکڑی پر سولی چڑھا دیا اور پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا۔

اس کے بعد وہ لوگ ایک دوسرے شخص کو لائے اور اس بشپ کی جگہ اسے کنیسہ میں متعین کر دیا۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس نئے بشپ کو بڑا ہی عبادت گزار پایا۔ وہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلبگار تھا۔ اس کے شب وروز عبادت ہی میں گزرتے تھے۔ میں اس سے اتنی محبت کرنے لگا کہ میرے خیال میں مَیں نے اس قدر محبت کبھی کسی سے نہیں کی تھی۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ مسلسل اس کی خدمت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ بہت بوڑھا ہو گیا اور بالآخر اسے موت کے پنجے نے آدبوچا۔ وہ اس کے فراق پر بہت ہی حزین و غمگین ہوئے اور انھیں اس بات کا خدشہ لاحق ہو گیا کہ پتا نہیں۔ اس کے بعد وہ اس کے دین پر قائم رہ سکیں گے یا نہیں۔؟

بشپ کے مرنے سے پہلے انھوں نے اس سے پوچھا:

آپ دیکھ رہے ہیں کہ تمھارے لیے امرِ الٰہی (وقتِ وفات) تو پہنچ ہی چکا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اب میں کس کا دامن تھاموں؟ اس نے کہا:

بیٹا! اللہ کی قسم! میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو میرے عقائد و اعمال والا ہو۔ لوگوں نے دین کو بدل دیا ہے۔ وہ ہلاکت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور انھوں نے بکثرت اپنے معتقدات و احکام کو ترک کر دیا ہے۔ ہاں! صرف موصل شہر (عراق) میں ایک آدمی ایسا ہے جس کا عقیدہ و عمل مجھ جیسا ہے۔ وہ فلاں نام کا آدمی ہے۔ تم فوراً اس کے پاس چلے جاؤ۔

جب یہ عابد وزاہد آدمی فوت ہو گیا تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ شام سے نکل گئے اور عراق جا کر موصل کے اس شخص سے جا ملے۔ اب انھوں نے اس کے پاس اقامت اختیار کر لی اور تب تک وہیں رہے، جب تک وہ شخص فوت نہیں ہو گیا۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اس عیسائی راہب نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ نصیبین (شام) کے علاقے میں مقیم فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ۔

انھوں نے ایک بار پھر شام کی طرف رختِ سفر باندھ لیا اور نصیبین والے شخص سے جا ملے۔ ایک عرصہ تک اسی کے یہاں سکونت اختیار کیے رہے یہاں تک کہ اسے بھی موت آ گئی اور مرنے سے پہلے اس نے وصیت کی کہ عموریہ (شام) میں مقیم فلاں راہب کے پاس چلے جائیں۔

وہ عموریہ چلے گئے اور وہاں کے راہب کے پاس سکونت اختیار کر لی۔ انھوں نے کام کاج بھی کیا حتیٰ کہ وہ گائیوں اور بکریوں کے ریوڑوں کے مالک بن گئے۔ کچھ عرصہ گزرا تو یہ عابد راہب بھی بیمار ہو گیا اور اسے بھی موت آ گئی۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ اس پر بہت غمزدہ ہوئے اور اسے الوداع کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بھلے شخص! اب تم مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو؟''

اس نیک آدمی نے کہا:

اے سلمان! اللہ کی قسم! مجھے نہیں لگتا کہ اس وقت لوگوں میں سے کوئی ہماری سطح کا ہو کہ جس کے پاس آپ جائیں۔ اس کی مراد یہ تھی کہ لوگ بدل چکے ہیں اور انھوں نے دین میں تحریف کر دی ہے۔

پھر اس نے کہا:

ہاں! ایک نبی کی بعثت کا وقت آن پہنچا ہے۔ جو ابراہیم علیہ السلام کے دینِ حنیف کے ساتھ مبعوث ہو گا۔ وہ سرزمینِ عرب سے اٹھے گا اور پھر اپنے شہر (مکہ مکرمہ) سے ہجرت کر کے اس علاقے میں جائے گا جو دو سیاہ پتھریلی وادیوں کے درمیان ہے۔ وہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں۔ اس نبی کی کچھ علامتیں ہوں گی جو کسی سے پوشیدہ نہ رہ سکیں گی۔ وہ ہدیہ تو کھا لیں گے لیکن صدقہ کی کوئی چیز نہیں کھائیں گے۔ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ جب آپ انھیں دیکھیں گے تو پہچان لیں گے۔ اگر آپ اس ملکِ عرب تک پہنچ سکتے ہیں تو پہنچ جائیں۔ پھر وہ صالح شخص بھی فوت ہو گیا اور اسے دفن کر دیا گیا۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ جب تک اللہ نے چاہا عموریہ میں رکے رہے۔ اب وہ کسی ایسے شخص یا قافلے کی تلاش میں تھے جو انھیں اپنے ساتھ سرزمینِ نبوت پر لے جائے۔ وہ مسلسل اسی انتظار میں تھے کہ ایک دن قبیلہ بنو کلب (حجاز) کے لوگوں کا وہاں سے گزر ہوا جو تجارت پیشہ تھے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ انھیں اپنے ساتھ اپنے ملک لے جائیں اور اس کے عوض میں وہ انھیں اپنی گائیاں اور بکریاں دے دیں گے۔

انھوں نے اس کی حامی بھر لی۔ اس پر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنی گائیاں بکریاں انھیں دے دیں اور وہ انھیں اپنے ساتھ لے آئے۔ جب وہ لوگ وادی القریٰ پہنچے تو ان کے دل میں لالچ و طمع نے گھر کر لیا۔ انھوں نے ان پر ظلم ڈھایا۔ اور یہ دعویٰ کرنے لگے کہ یہ ان کا زر خرید غلام ہے۔ اس لیے انھوں نے انھیں ایک یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ اپنا دفاع نہ کر سکے اور اس یہودی کے پاس ایک غلام کی حیثیت سے خدمت کرنے لگے۔ حتیٰ کہ ایک دن اس یہودی کے پاس مدینہ منورہ کے یہودی قبیلہ بنی قریظہ کا ایک آدمی آیا جو اس یہودی کا چچازاد (چچیرا) بھائی تھا۔ اس نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے گیا۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ منورہ، اس کی کھجوروں اور اس کے پتھروں کو دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ارضِ نبوت جس کے اوصاف عموریہ کے راہب نے بیان کیے تھے۔ وہ یہی ہے۔ اب وہ اطمینان کے ساتھ وہاں رہنے لگے اور منصبِ رسالت پر فائز ہونے والی شخصیت کا انتظار کرنے لگے۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت (تیرہ سال) تک مکہ مکرمہ میں بحیثیت نبی سکونت پذیر اور دعوت و تبلیغ کرتے رہے۔ اس سارے عرصے میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک نہ سنا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے یہودی مالک کی خدمت میں شب و روز ہمہ تن مصروف رہا کرتے تھے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے مگر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی۔ ایک دن وہ اپنے مالک کے نخلستان میں ایک کھجور پر چڑھ کر کام کاج میں مصروف تھے۔ ان

کا مالک بھی اسی کھجور کے نیچے بیٹھا تھا کہ اس کے چچازاد بھائیوں (قبیلے) میں سے ایک یہودی شخص وہاں آیا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر اس نے کہنا شروع کیا: ارے بھئی! اللہ تعالیٰ بنی اوس اور بنی خزرج کے لوگوں کو غارت کرے۔ وہ سب قبا میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں۔ جو مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا یہ بات سننا ہی تھا کہ ان کے سارے بدن نے جُھرجُھری لی۔ ان پر سنسنی چھا گئی۔ خوشی سے ان کا دل اچھل کر فضا میں اڑنے لگا۔ وہ کھجور پر کانپ کر رہ گئے اور قریب تھا کہ وہ گر ہی پڑیں مگر انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ فوراً کھجور سے نیچے اتر آئے اور چلّا چلّا کر اس آدمی سے پوچھنے لگے:

تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم یہ کیا خبر دے رہے ہو؟

ان کا مالک اس کیفیت کو دیکھ کر ان پر بگڑ پڑا، اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کھینچ کر زوردار تھپڑ ان کے منہ پر دے مارا۔ اور کہا:

تمھیں اس آدمی سے کیا غرض ہے؟ تمھیں اس خبر میں کیوں دلچسپی ہے؟ جاؤ اور اپنے کام سے کام رکھو۔!

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر رہ گئے اور دوبارہ کھجور پر چڑھ کر اپنا کام کرنے لگے۔ یوں تو وہ کام میں لگے ہوئے تھے۔ مگر ان کا دل نبوت والی خبر ہی میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس نبی سے ملاقات کریں۔ اور عموریہ والے راہب نے ان کے جو اوصاف بیان کیے تھے۔ ان کی تصدیق کرلیں:

"وہ ہدیہ تو قبول کرلیں گے لیکن صدقہ نہیں کھائیں گے۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔"

جب رات ہوئی تو انھوں نے اپنے پاس موجود کھانے پینے کی تمام اشیا جمع کیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے چل دیے۔ وہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ایک جگہ بیٹھے تھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت گاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک خاصی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہے۔ انھوں نے اندر داخل ہوتے ہی کہنا شروع کر دیا کہ مجھے خبر پہنچی ہے، آپ لوگ اس جگہ اجنبی ہیں۔ ضرورتمند بھی ہیں اور میرے پاس کھانے پینے کی یہ چیزیں تھیں جنھیں میں نے صدقہ کرنے کی نیت سے رکھا ہوا تھا۔ اب یہ میں اسی غرض سے لے کر آیا ہوں۔

پھر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے وہ اشیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیں اور خود ایک طرف ہو کر یہ دیکھنے کے لیے بیٹھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اشیا کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی اشیا دیکھیں اور پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ مبذول کی اور ارشاد فرمایا: آپ لوگ کھالیں۔ لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا اور اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو دل ہی دل میں کہنے لگے: اللہ کی قسم! مبعوث ہونے والے نبی کے اوصاف میں سے ایک تو یہی ہے کہ "وہ صدقہ نہیں کھائیں گے۔"

اب دوسرے دو اوصاف کی تصدیق کرنا رہ گیا ہے۔ پھر وہ واپس اپنے مالک کے پاس ہی لوٹ گئے۔ چند دنوں کے بعد انھوں نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں پھر سے اکٹھی کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا اور یوں عرض گزار ہوئے: میں نے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی چیز نہیں کھاتے۔ لیکن یہ چیزیں تو ہدیہ ہیں، جنھیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کے لیے لایا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ صدقہ نہیں ہے، یہ کہتے ہوئے انھوں نے وہ اشیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا اور اس میں سے کچھ تناول فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حسبِ منشا کچھ کھایا۔ جب سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو دل ہی دل میں پکار اُٹھے کہ نبی مبعوث کی صفات میں سے یہ دوسری صفت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔

اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھ لیں۔ لیکن یہ ان کے لیے آسانی سے کہاں ممکن تھا۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ پھر اپنے مالک کے پاس لوٹ آئے۔

لیکن ان کا دل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح خبر پانے کا منتظر تھا۔ انھوں نے کچھ دن انتظار کیا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

اس مرتبہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع الغرقد میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے جنازے کے ساتھ وہاں تدفین کے لیے رکے ہوئے تھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کی کیفیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو چادریں زیبِ تن کیے ہوئے تھے۔ ایک تہبند کے طور پر باندھ رکھی تھی اور دوسری کُرتے کی جگہ اوڑھے ہوئے تھے۔ جس طرح احرام باندھا جاتا ہے۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر (شانوں کے درمیان) اپنی نگاہوں کو مرکوز کر دیا کہ شاید انھیں وہ مہرِ نبوت نظر آجائے جو ان کے عموریہ والے راہب نے بتائی تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے اردگرد گھومتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے اندازہ لگالیا کہ یہ شخص کس چیز کو دیکھنا اور اس کے بارے میں یقین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جو اسے بتائی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں کو حرکت دی اور جان بوجھ کر اپنی پُشت سے چادر گرادی۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے مہرِ نبوت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر لیا۔ چنانچہ وہ فوراً لپکے اور اسے چومنے کے ساتھ ساتھ زار و قطار رونے لگے۔

ان کی یہ کیفیت دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا کہ آگے کی طرف آؤ اور میرے سامنے آکر بیٹھ جاؤ۔ وہ آگے کی طرف آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور کے سامنے ہو گئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ماجرا پوچھا۔

جس پر انھوں نے اپنی ساری کہانی کہہ سنائی۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں ایک مالدار و خوشحال نوجوان تھا۔ میں نے تلاشِ حق اور دولتِ ایمان کے حصول کی خاطر تمام عزت و اقتدار کو لات مار دی تھی۔ میں یہودی راہبوں کے پاس یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا۔ ان کی خدمت کرتا اور ان سے دین کی تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ بالآخر معاملہ یہ ہوا کہ میں مدینہ منورہ کے ایک یہودی کے یہاں زرخرید غلام کی حیثیت سے خدمت پر مامور کر دیا گیا۔ اب سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عقیدت و احترام سے دیکھنا شروع کیا۔ ان کی آنکھوں سے فرطِ محبت کی بنا پر ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔ جو ان کے رخساروں کو بھگوتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔

وہ انتہائی فرحت و مسرت سے مالامال اور بشارت و خوشی سے دوچار تھے۔ پھر وہ اسلام لائے۔ کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر اپنے یہودی مالک کے پاس چلے گئے۔ اس یہودی نے کام کاج اور خدمت کا بوجھ مزید بڑھا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف لوٹتے۔ لیکن وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہونے کی وجہ سے اس شرف و سعادت سے محروم رہتے۔ حتیٰ کہ انھیں غزوۂ بدر و معرکۂ اُحد میں شرکت کا اعزاز بھی نہ مل سکا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا:

اے سلمان! اپنے مالک سے حصولِ آزادی کا معاوضہ اور ادا کرنے کی شرائط طے کر لو۔ یعنی طے شدہ قیمت کے عوض اپنی آزادی کا سودا کر لو اور اپنے آپ کو اس یہودی سے آزاد کرا لو۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مالک سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے ان کی آزادی کی قیمت بہت زیادہ بڑھا دی۔ اس نے چالیس اوقیہ چاندی (سولہ سو درہم) کے علاوہ یہ شرط عائد کر دی کہ کھجور کے تین سو پودے جمع کریں۔ انھیں زمین میں لگائیں اور ان کی آبیاری کریں۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی شرط لگا دی کہ وہ تین سو کے تین سو پودے ہرے بھرے ہو کر بڑھنے بھی لگیں گے تو پھر میں تمھیں آزاد کروں گا۔!

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے جب یہودی کے طلب کردہ اس معاوضے اور شرائط کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ اپنے بھائی کو آزادی دلوانے کے لیے کھجور کے پودوں سے اس کی مدد کرو۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ ہر شخص اپنے اپنے نخلستان میں گیا اور حسبِ استطاعت کھجور کے پودے لے آیا۔ جب تین سو پودے جمع ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے سلمان! اب جاؤ اور پودوں کو لگانے کے لیے زمین کھودو۔ اور جب پودے لگانے کا وقت آئے تو تم خود پودے نہ لگانا۔ بلکہ مجھے آکر بتاؤ کہ پودے لگانے کے لیے گڑھے تیار ہیں۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے گڑھے تیار کرنا شروع کر دیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گڑھے بنانے میں ان کی مدد کی۔ یہاں تک کہ تین سو پودوں کی شجرکاری کے لیے تین سو گڑھے کھودے گئے۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ شجرکاری کے لیے گڑھے تیار ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ہی روانہ ہو گئے اور مقامِ شجرکاری پر تشریف لے آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھجور کے پودے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کرنا شروع کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے وہ پودے گڑھوں میں بوتے گئے۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ان پودوں میں سے کوئی ایک بھی پودا سوکھا۔ نہیں بلکہ تین سو کے تین سو ہی ہرے بھرے ہو کر چل پڑے۔ جب انھوں نے یہ کھجوریں اس یہودی کو دے دیں تو اب نقد رقم باقی رہ گئی تھی۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض غزوات سے مالِ غنیمت کے طور پر کچھ سونا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اس فارسی غلام نے اپنی آزادی کے پروانہ کے لیے جو معاہدہ کر رکھا تھا، اس سلسلے میں اس نے کیا کیا ہے؟

اور پھر فرمایا: یہ سونا اسی کے لیے رہنے دو۔

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ جب آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے سلمان! یہ سونا لے جاؤ اور اپنے معاہدہ آزادی میں لکھی رقم ادا کر دو۔

سیدنا سلمان صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا لے لیا اور اس سے اس یہودی کی مطلوبہ رقم ادا کر دی اور آزادی حاصل کر لی۔ اس دن کے بعد سے لے کر یوم وفات تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف صحبت شرفِ یاب ہوتے رہے۔

(مسند أحمد:۷/ ٦١٣، حديث:٢٣٣٨٥، ۷/ ٨٨٢، حديث:٢٤١٣٨، ماوردی نے ''أعلام النبوة''[ص:٣٣٧]میں اس کے رواۃ کو صحیح کے رواۃ قرار دیا ہے، مجمع الزوائد:(٩/ ٣٣٦)سير أعلام النبلاء(١/ ٥١٠)شعیب الأرناؤوط نے بھی اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے)

گناہ کی چابی

کسی نے مجھ سے کہا:

میرا ایک بہت ہی گہرا دوست تھا۔ جو میرے لیے میرے بھائی کی جگہ تھا۔ وہ پچھلے ہفتے اچانک ایک حادثہ () میں مارا گیا ہے۔ اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس پر رحم فرمائے اور اس کے افعال پر اس سے در گزر فرمائے۔ مشکل یہ نہیں کہ وہ مر گیا ہے۔ کیوں کہ ہم سبھی کو ایک دن مرنا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ ہمارا وہ دوست انٹرنیٹ کا بڑا تجربہ کار تھا۔ وہ بے حیائی و اباحیت پر مشتمل عریانی بردوش مواقع () اور ننگی تصویروں پر مشتمل مقامات و سائٹس کے انکشاف کی بڑی مہارت رکھتا تھا۔ بلکہ اس نے اباحیت بردوش اپنی ایک سائٹ تیار کر رکھی تھی جو عریاں تصویروں اور فلموں پر مشتمل تھی۔ بلکہ اس کے سرکل میں ایسے لوگوں کا ایک گروپ تھا جو اس کی سائٹ میں رجسٹرڈ تھے۔ وہ ان کے ای۔ میل ایڈریس پر موقع بہ موقع نئ سے نئ عریاں گندی تصویریں اور فلمیں بھیجا کرتا تھا۔

وہ شخص اچانک مر گیا۔ اور اب مصیبت یہ ہے کہ ہم اس کی سائٹ کا سیکرٹ نمبر (Password) نہیں جانتے کہ اسے بند کر سکیں یا کوئی بھی چارہ سازی کر سکیں۔ میں انھی باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسجد میں اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کا بھی انتظار کر رہا تھا۔ میں جنازے کے ساتھ چل کر مسجد تک گیا تھا۔ وہ دوسروں کے کندھوں پر اٹھائی ہوئی لاش کی شکل میں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ اپنی قبر میں جا کر کیا دیکھے گا۔؟ کیا وہ ان عریاں تصویروں کا سامنا کرے گا۔؟ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾

نمازِ جنازہ کے بعد اب ہم قبرستان پہنچ چکے تھے جہاں ہر طرف انتہائی وحشت ناک قبریں ہی قبریں تھیں۔ لوگوں کا اس کے قریب ایک ہجوم تھا۔ میں نے جھانک کر ایک نظر اس کی قبر میں دیکھا۔ آہ۔! اس میں اس کی کیا حالت ہوگی؟ بعض لوگوں کو میں نے روتے دیکھا۔

میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ ان لوگوں کا رونا بھلا اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ پھر ہم اسے اس اندھیری قبر میں اکیلے چھوڑ کر چل دیے۔ اس کے اہل و عیال اور دولت سب واپس لوٹ گئے۔ اب اس کے ساتھ صرف اس کا اپنا عمل ہی رہ گیا تھا۔! آپ کیا جانیں کہ اس کا عمل کیا تھا؟ اس کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لڑکے اس کی قبر پر جا جا کر پیشاب کر رہے ہیں۔ وہ اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھ رہی تھی۔ وہ بے چاری کیا جانے درپردہ اس کا بیٹا کیا گل کھلایا کرتا تھا۔؟ میں نے بھی اس خواب کے بارے میں سنا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا:

یہ خواب کسی تعبیر کا محتاج نہیں۔ اس کا مطلب تو بالکل واضح ہے۔ یہ لڑکے جو اس کی قبر پر جا کر پیشاب کر رہے ہیں یہ وہی ہیں جنھیں وہ تصویریں اور فلمیں بھیجا کرتا تھا۔ پھر انھوں نے وہ تصویریں آگے ان لوگوں کو بھیجنا شروع کر رکھا تھا جنھیں وہ جانتے تھے۔ کس قدر بھیانک معاملہ ہے! وہ شخص ان لوگوں کے گناہوں کو کیسے برداشت کرے گا؟ کیوں کہ حدیث میں ہے:

((مَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْوِزْرِ مِثْلُ أَوْزَارِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا))

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

(مختصر صحیح مسلم: ۱۸۶۰)

''جس نے کسی کو گمراہی پر لگایا۔ اسے بھی اتنا ہی گناہ اور عذاب ہو گا جتنا اس پر چلنے والے کو ہو گا اور یہ چیز ان لوگوں کے گناہ وعذاب میں کوئی کمی نہیں کرے گی۔''

میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنے اس فوت شدہ دوست پر نیکی کروں اور اس کے بوئے ہوئے شر کے پودے کو کاٹ دوں۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے اس سائٹ کی میزبان کمپنی سے رابطہ کیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس میں اشتراک () بند کر دیں۔ لیکن انھوں نے اس سلسلے میں کوئی بھی قدم اٹھانے سے معذرت کر لی۔

بلکہ انھوں نے میری بات کا یقین ہی نہیں کیا کہ وہ آدمی مر چکا ہے۔ کیونکہ میں اس کے وہ سیکرٹ نمبر ہی نہیں جانتا تھا جن سے اس نے وہ سائٹ بُک کروا رکھی تھی۔ میں بہت چیخا۔ چلاّیا، خوب شور مچایا کہ لوگو! وہ آدمی مر چکا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی میری اس بات پر کان دھرنے کو تیار نہ ہوا۔

میں بیٹھ کر اس کی حالت کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد آ گیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِنَّ مِنَ النَّاسِ نَاساً مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ وَمَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ نَاساً مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ وَمَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوبَىٰ لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلَىٰ يَدَيْهِ وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلَىٰ يَدَيْهِ))(صحيح الجامع: ۲۲۲۳)

''لوگوں میں سے بعض خیر و بھلائی کا دروازہ کھولنے کی چابیاں اور برائی کی راہ روکنے والے ہوتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ برائی کا دروازہ کھولنے کی چابیاں اور خیر و بھلائی کی راہ روکنے والے ہوتے ہیں۔ بشارت و خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جن کے ہاتھوں کو اللہ خیر و بھلائی کے دروازے کھولنے کی چابیاں بنادے اور ہلاکت و بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے ہاتھوں کو اللہ برائی کی راہیں کھولنے کا ذریعہ بنادے۔''

میرا خیال ہے کہ وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک تھا۔ میں نے اسے بہت ٹوکا اور بہت منع کیا تھا۔ اسے کہا تھا کہ تم دوسرے لوگوں کے گناہ کیسے اٹھاؤ گے ؟ تم گناہ کی چابی کیوں بنتے ہو ؟ قیامت کے دن تم دوسرے لوگوں کے گناہوں کا بوجھ کیسے اٹھاؤ گے ؟۔ لیکن وہ میری کسی بھی بات کا کوئی اثر نہیں لیتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ نوجوان ہے، وہ تو صرف کھیل تماشا کرنا اور رنگ رلیاں منانا چاہتا ہے۔ اور یہ سارے امور محض دل لگی اور وقت گزاری کے لیے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جنھوں نے عریاں تصویریں (فلمیں) دیکھیں اور بالآخر وہ فحاشی و زناکاری میں مبتلا ہو گئے۔ اسی طرح کتنی ہی دو شیزائیں ہیں جو ایسی ہی برائیوں میں مبتلا ہو گئیں۔ وہ شخص تو مر گیا ہے۔ لیکن قیامت کے دن اس سے ہر ہر نظر کے بارے میں جواب دہی ہو گی کہ اس نے ان سے کیا کیا دیکھا۔ اور دوسرے تمام لوگوں سے بھی پوچھ گچھ ہو گی۔ ہر ہر فحاشی و زناکاری پر مواخذہ ہو گا جن میں وہ مبتلا ہوا اور دوسرے لوگ مبتلا ہوئے۔ اور ہر ہر تصویر (اور فلم) پر بھی پکڑ ہو گی جن کی اس نے نشر و اشاعت کی یا دوسرے ان کی ترویج و توسیع کا باعث بنے۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب تک اور کہاں تک دوسرے لوگوں کے گناہوں کو بھی اٹھانے پر مجبور ہو گا۔ لیکن کاش! اللہ اس کے گناہوں سے در گزر فرمائے۔ وَحَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

بارانِ رحمت کے نزول میں رکاوٹ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل سخت قحط سالی میں مبتلا ہو گئے۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کی ہم کلامی کا شرف پانے والے پیغمبر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا مانگیں کہ وہ بارش برسا کر ہمیں پانی سے نوازے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک صحرا کی طرف نکل گئے۔ اس وقت وہاں ان کی تعداد ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ وہ سب اللہ کے حضور اکٹھے ہو گئے اور دعائیں مانگنے لگے۔ وہ پراگندہ بال اور فقیرانہ حال میں تھے۔ بھوکے اور پیاسے بھی تھے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بھی یوں دعا مانگنا شروع کیا:

"یا الٰہی! ہمیں بارش عطا فرما۔ ہم پر اپنی رحمتیں نازل کر اور شیر خوار بچوں، بے زبان جانوروں اور خمیدہ کمر بوڑھوں کی بدولت ہم پر رحم فرما۔"

آسمان سے پانی کی بوند تک نہ گری۔ بلکہ الٹی قحط سالی بڑھی اور سورج کی تمازت و حرارت میں تیزی آگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا مانگی: اے اللہ! ہمیں بارانِ رحمت سے نواز!۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: تمھیں بارشوں سے کیوں نوازوں۔ جبکہ تمھارے درمیان ایک ایسا شخص ہے جو چالیس برس سے گناہوں میں مبتلا مجھے کھلا چیلنج دے رہا ہے۔ لوگوں میں اعلان کریں کہ وہ شخص تمھارے درمیان سے باہر نکل جائے کیونکہ اسی کے سبب میں نے تم سے بارشیں روک رکھی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"اے نافرمان شخص! جو چالیس سالوں سے اللہ کی معصیت اور نافرمانی کر کے اسے چیلنج کر رہا ہے۔ ہمارے مابین سے اٹھ کر نکل جاؤ۔ صرف تیری وجہ سے ہم سب سے بارشیں روک دی گئی ہیں۔"

اس نافرمان بندے نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ مگر کسی کو اس اجتماع سے باہر جاتے نہ پایا۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ خود وہی مطلوب ہے۔!

اس نے اپنے دل میں کہا:

اگر میں ان تمام لوگوں میں سے اٹھ کر باہر نکل جاؤں تو پورے بنی اسرائیل کی نظر میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔اور اگر میں شرم کے مارے بیٹھا رہا تو میری وجہ سے یہ سب لوگ بارشوں سے محروم رہیں گے۔وہ یہ سوچ کر بہت ہی شکستہ دل ہوا۔اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔اس نے اپنے افعال پر ندامت کی وجہ سے اپنا منہ اپنے کپڑوں (گریبان) میں چھپالیا اور اللہ کے حضور یوں عرض گزار ہوا:

"یاالٰہی! اے میرے آقا و مولیٰ! میں نے چالیس سال تک تیری نافرمانی کی۔اس کے باوجود تو نے میری پردہ پوشی کی اور مجھے مہلت دیے رکھی۔اب میں سرِ تسلیم خم کیے تیرا مطیع و فرماں بردار بن کر تیرے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔میری اس حاضری کو قبول فرما۔"

اب اس نے اپنے خالق و مالک کے سامنے گریہ وزاری کرنا شروع کر دی۔وہ ابھی اپنی بات پوری بھی نہیں کر پایا تھا کہ بادلوں کا ایک سفید ٹکڑا اٹھا، آسمان کے وسط میں بلند ہوا اور اس نے یوں زوردار بارش برسانا شروع کر دی جیسے مشکیزوں کے منہ کھل گئے ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر تعجب میں مبتلا ہو گئے اور اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

"اے اللہ! تو نے ہمیں بارش عطا فرما بھی دی ہے۔جبکہ ہمارے مابین سے کوئی بھی آدمی اٹھ کر باہر نہیں گیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! میں نے اسی شخص کے اشک ہائے ندامت کی بدولت آپ کو بارش عطا کی ہے جس کی نافرمانیوں کے سبب ہم نے بارش روک رکھی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یاالٰہی! وہ مطیع و فرماں بردار بندہ مجھے بھی دکھلا دے۔!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! میں نے اپنے اس بندے کو اس وقت تو ذلیل و رسوا نہیں کیا تھا جب وہ میری نافرمانیاں کیا کرتا تھا۔کیا میں اسے لوگوں کے سامنے اب رسوا کر دوں جبکہ وہ میرا مطیع و فرماں بردار بن کر میرے سامنے سرِ تسلیم خم کر چکا ہے؟

جرأت مندانہ فیصلہ

سیدنا طفیل بن عَمرو دَوسی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ بنو دوس کے محبوب سردار تھے۔تمام لوگ ان کی بات سنتے اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے تھے۔وہ ایک دن کسی ضرورت سے مکہ مکرمہ آئے۔جب شہر میں داخل ہوئے تو سردارانِ قریش نے انھیں دیکھا اور ان کے گرد جمع ہو گئے۔

انھوں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟

انھوں نے بتایا کہ میں قبیلہ بنی دوس کا سردار طفیل بن عَمرو ہوں۔ انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔ وہ اس بات سے ڈرنے لگے کہ اسے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو وہ اسے اسلام کی دعوت دیں گے اور تبلیغ کریں گے۔ اور اگر یہ سردار ایمان لے آیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا تو اس کی بدولت اسلام قوت اختیار کر جائے گا۔ وہ سب ان کے چاروں طرف اکٹھے ہو گئے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

یہاں مکہ میں ایک ایسا آدمی ہے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے۔ تم اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی کوئی بات سننے سے بچ کر رہنا۔ وہ جادوگر ہے۔ اگر تم نے اس کی بات سن لی تو سمجھ لیں کہ وہ تمھاری عقل کو لے ڈوبے گا۔ ان میں سے ایک دوسرا سردار گویا ہوا اور اس نے بھی پہلے جیسی ہی باتیں کیں۔ تیسرے نے ان دونوں سے بھی کچھ زیادہ باتیں کیں۔ ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! وہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈراتے رہے، ڈراتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات ہر گز نہیں سنوں گا۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کروں گا۔ بلکہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزرتے ہوئے غیر ارادی طور پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا کوئی لفظ میرے کانوں میں داخل نہ ہونے پائے۔

صبح میں مسجدِ حرام کی طرف گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کھڑا ہو گیا۔ میرے لاکھ نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے کلام کے بعض کلمات سنا دیے۔ میں نے بہت ہی پیارا کلام سنا۔ اب میں نے دل ہی دل میں کہا: میری ماں مجھے گم پائے! اللہ کی قسم! میں ایک صاحبِ عقل و دانش اور بصیرت مند شخص ہوں۔ میں اچھے برے میں تمیز کرنا جانتا ہوں۔

میری راہ میں کون سی رکاوٹ ہے کہ میں اس شخص کی بات سنوں؟ اگر اس کی بات اچھی ہوئی تو میں قبول کر لوں گا۔ اور اگر وہ بُری ہو گی تو اسے ترک کر دوں گا۔ چنانچہ میں وہیں رک گیا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لے گئے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہی داخل ہو گیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کیا:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ مسلسل مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈراتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی، تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہ سن

پاؤں۔ جبکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی پیاری سی کچھ باتیں سن لی ہیں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے کھل کر اپنی بات پیش کریں۔ یہ بات سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کھل اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ اور خوشی خوشی سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور انھیں قرآنِ کریم کی کچھ آیات تلاوت کر کے سنائیں۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنی حالت پر غور و فکر کرنا شروع کیا کہ میں تو اپنی زندگی میں روز بروز اللہ سے دور ہی ہوتا جا رہا ہوں۔ میں پتھر سے بنے بتوں کو پوجتا ہوں۔ جب انھیں پکارتا ہوں تو وہ سن نہیں سکتے۔ اور جب انھیں آواز دوں تو وہ کوئی جواب نہیں دیتے۔ اب حق کھل کر ان کے سامنے آ چکا تھا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کے انجام کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ وہ اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا دین کیسے بدلیں؟ لوگ ان کے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ شہزادگی کی زندگی جو انھوں نے گزاری ہے۔ وہ مال و دولت جو انھوں نے جمع کیا ہے۔ ان کے اہلِ خانہ۔ بیوی بچے۔ پڑوسی۔

دوست واحباب۔ ہر چیز ہی اپ سیٹ ہو جائے گی۔!

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خاموش سوچتے اور غور و فکر کرتے رہے۔ اپنی دنیا و آخرت کے مابین موازنہ کرتے رہے۔ پھر اچانک انھوں نے اپنی دنیا کو لات مار دی۔ تمام عیش و آرام کو جوتے کی نوک پر رکھ دیا۔ جی ہاں! اب وہ دین اسلام پر استقامت اور ثابت قدمی اختیار کریں گے۔ جو راضی ہوتا ہے راضی ہو۔ جو ناراض و ناخوش ہوتا ہے وہ ناخوش رہے۔ اگر آسمان والا میرا اللہ راضی ہو گیا تو زمین والے لوگوں کی ناراضی کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

☆ میرا مال و دولت آسمان والے کے ہاتھ میں ہے۔

☆ میری صحت و بیماری آسمان والے کے اختیار میں ہے۔

☆ میرا منصب و مرتبہ اور جاہ و حشمت آسمان والے کی دین ہے۔

☆ بلکہ میری تو موت و حیات کا مالک بھی آسمان والا ہے۔

جب آسمان والا مجھ سے راضی ہو گیا تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میں نے متاعِ دنیا سے کیا کھویا ہے؟ اگر اللہ نے مجھ سے محبت کر لی تو پھر دوسرا جو بھی ناراض ہوتا ہے۔ ہوتا رہے، اس پر جو بھی نکیر کرے۔ کرتا پھرے۔ اور اس کا جو کوئی استہزا و مذاق اڑائے۔ وہ اڑاتا رہے۔ بقولِ شاعر

فَلَيْتَكَ تَحْلُوْ وَالْحَيَاةُ مَرِيْرَةٌ

وَلَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابٌ

"کاش! تو میرے لیے شیریں و خوش مزاج ہو جائے۔ اگرچہ باقی ساری دنیا تلخ ہی کیوں نہ رہے اور کاش تو مجھ سے خوش ہو جائے۔ اگرچہ باقی ساری مخلوقات مجھ سے ناراض ہی کیوں نہ رہے۔"

وَلَيْتَ الَّذِىْ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكَ عَامِرٌ

وَبَيْنِىْ وَبَيْنَ الْعَالَمِيْنَ خَرَابٌ

"اے کاش! تیرے اور میرے باہمی تعلقات قائم و استوار ہو جائیں اور باقی سارے جہانوں کی چاہے مجھ سے بگڑی رہے۔"

اِذَاصَحَّ مِنْكَ الْوُدُّ فَالْكُلُّ هَيِّنٌ

وَكُلُّ الَّذِىْ فَوْقَ التُّرَابِ تُرَابٌ

"اگر مجھے تیری محبت صحیح معنوں میں حاصل ہو جائے تو باقی سب کی عداوت میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیوں کہ روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ تو آخر مٹی ہی میں ملنے والا ہے۔" جی ہاں! سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ اسی جگہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر شہادتِ حق کا اقرار کر لیا۔ ان کی ہمت بہت بڑھ گئی اور عزم و حوصلہ خوب جوان ہو گئے۔

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے:

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی قوم کا سربراہ و مقتدا ہوں، وہ سب میری اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اب میں لوٹ کر ان کی طرف جا رہا ہوں۔ اور انھیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ اب سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے نکلے اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے دل میں دین اسلام کی نشر و اشاعت کا جذبہ موجزن تھا۔ وہ راستے میں آنے والے پہاڑوں کو سر کرتے جا رہے تھے اور سامنے آنے والی وادیوں کو پار کرتے گئے۔ یہاں تک وہ اپنی قوم کے علاقے میں پہنچ گئے۔

جب وہ اپنی حویلی میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے ان کے پاس ان کے والد آئے۔ وہ عمر رسیدہ بوڑھے تھے۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھتے ہی کہا:

ابا جان! اب میرا اور آپ کا راستہ الگ الگ ہے۔ میں آپ کا کچھ نہیں لگتا اور آپ میرے کچھ نہیں ہیں۔!

والد نے کہا: بیٹا! یہ سب کس لیے ہے۔؟

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اتباع اور پیروی شروع کر دی ہے۔

ان کے والد نے کہا: بیٹا! میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا دین ہے۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے ان سے مطالبہ کیا کہ اگر یہی بات ہے تو جائیں، غسل کریں اور دھلا ہوا پاک لباس پہن کر آئیں۔ تا کہ میں آپ کو بھی وہ تعلیمات سکھلاؤں جو میں سیکھ کر آیا ہوں۔ ان کے والد گرامی گئے، غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر آ گئے۔ اب سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی طرف دعوت دی تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ پھر سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں ان کی بیوی ان کے پاس آئیں تو ان سے بھی انھوں نے وہی بات کہی کہ مجھ سے ہٹ کر رہیں، آج سے میری اور آپ کی راہیں الگ الگ ہیں۔ نہ میں آپ کا کچھ لگتا ہوں اور نہ ہی آپ میری کچھ لگتی ہیں۔ انھوں نے عرض کیا:

میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے اور آپ کے مابین اسلام نے تفریق وعلاحدگی کر دی ہے۔ جبکہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے۔

اس پر انھوں نے بھی کہا:

میرا دین تو وہی ہے جو آپ کا ہے۔ اس پر سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی حکم دیا کہ جاؤ، غسل وطہارت کرو اور اس کے بعد میرے پاس واپس آؤ۔ وہ اسی وقت اٹھیں اور روانہ ہو گئیں۔

ان کا ایک بت تھا جس کا نام "ذوالشریٰ" تھا۔ وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جس نے اس کی عبادت وپوجا ترک کی، اسے وہ بت سزا دیتا ہے۔ وہ بیچاری ڈر گئی کہ اگر وہ مسلمان ہو گئی تو یہ صنم کہیں انھیں اور ان کے بچوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ وہ ان کی طرف واپس لوٹ گئیں اور کہنے لگیں:

آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اپنے بچوں پر ذوالشریٰ سے ڈر نہیں لگتا؟

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم جاؤ اور اس بات کی میں تمھیں ضمانت دیتا ہوں کہ ذوالشریٰ ہمارے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ گئیں، غسل کیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انھوں نے انھیں اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ بھی اسلام لے آئیں۔ اب سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے لوگوں میں اِدھر اُدھر چکر کاٹنے شروع کیے۔ گھر گھر جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ ان کی مجلسوں اور بیٹھکوں میں جا نکلتے۔ ان کے راستوں میں ان سے

ملتے۔ لیکن انھوں نے اسلام لانے اور ذوالشریٰ کی پوجا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے قبیلہ بنودَوس نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے لیے بد دعا کریں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا کرنے لگے ہیں، وہ دل ہی دل میں کہنے لگے کہ اب بنو دوس ہلاک ہو گئے۔!

لیکن شفیقِ کائنات اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگنا شروع فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْساً، اللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْساً))

''اے اللہ! بنودَوس کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ! قبیلہ بنو دوس کو ہدایت سے نواز۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں حکم فرمایا:

اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور انھیں اسلام کی دعوت دو۔ لیکن دعوت و تبلیغ کا یہ کام بڑے پیار اور نرمی سے کرنا۔ چنانچہ وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گئے۔ انھیں لگاتار دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ قبیلہ والے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ گردشِ ایام جاری تھی، کتنے ہی شب و روز گزر گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ فانی سے حیاتِ جاودَانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ لیکن سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال کے بعد بھی دین اسلام پر ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ وہ معرکۂ یمامہ میں جام شہادت نوش فرما گئے۔!

(الإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ۳/۵۲۱)

جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا

ایک نوجوان۔ جس کی عمر کا ابھی سولہواں ہی سال تھا۔ وہ مسجد میں بیٹھا قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ اسے نمازِ فجر کی اقامت (تکبیر) کا انتظار تھا۔ کب جماعت کھڑی ہو گی۔ نماز کے لیے اقامت شروع ہوئی تو اس نے قرآنِ کریم کو لپیٹ کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اُٹھ کر صف میں کھڑا ہو گیا۔ اچانک وہ نوجوان گر پڑا اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ دوسرے نمازیوں نے اسے اٹھایا اور ہسپتال پہنچا دیا۔ جس ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ نوجوان ایک زندہ لاش کی طرح چارپائی پر ڈال کر ہمارے پاس لایا گیا۔ میں نے جب اسے چیک کیا تو پتا چلا کہ اس کے دماغ () کی شریانوں میں خون جم گیا ہے۔

اس کی یہ بیماری اس اسٹیج پر ہے کہ اگر کوئی اونٹ بھی اس سٹیج پر پہنچ جاتا تو وہ اسے ہلاک کر کے رکھ دیتی۔ میں نے اس نوجوان کو بغور دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ موت سے دست بگریباں ہے اور اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔

ہم نے اس کی مدد کرنے اور اس کے دل کو نشاط و تازگی مہیا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ میں نے اس کے پاس فرسٹ ایڈ کے انچارج ڈاکٹر کو کھڑا کر دیا۔ جو اس کی گہری نگہداشت کر رہا تھا۔ اور خود ڈاکٹری اوزار لینے چلا گیا تا کہ اس کا علاج معالجہ کیا جائے۔ میں بھاگم بھاگ اس کی طرف واپس لوٹ کر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس نوجوان نے فرسٹ ایڈ کے انچارج ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور ڈاکٹر نے اپنا کان اس نوجوان کے منہ کے ساتھ لگایا ہوا ہے۔ وہ نوجوان بہت دھیمی سی آواز سے ڈاکٹر کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں اپنی جگہ پر کھڑا دور سے انھیں دیکھتا رہا۔ اچانک اس نوجوان نے ڈاکٹر کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ ہم نے بھرپور کوشش کی کہ وہ اپنے پہلو پر لیٹ جائے۔ پھر اس نے بوجھل سی زبان سے کہا:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ کلمۂ شہادت اس نے بار بار دہرانا شروع کیا۔ اس کی نبض بیٹھتی جارہی تھی۔ اور دل کی دھڑکن غائب ہوتی لگ رہی تھی۔ ہم اسے بچانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن اللہ کا فیصلہ برحق و قوی تر تھا۔ وہ نوجوان فوت ہو گیا۔ اس کی آخری سانس کے ٹوٹتے ہی فرسٹ ایڈ کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس سے اپنے قدموں پر کھڑے رہنا ممکن نہ ہوا۔ اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ہمیں اس کی کیفیت پر بڑا تعجب ہوا۔ ہم نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ یہ کوئی پہلا موقع تو نہیں کہ تم نے کسی مرنے والے کی لاش دیکھی ہو۔ لیکن وہ ڈاکٹر مسلسل سسکیاں بھرتا اور روتا رہا۔ جب اس سے حزن و بکا کا غلبہ کچھ کم ہوا تو ہم نے اس سے پوچھا: وہ نوجوان اپنی زندگی کے آخری لمحات میں آپ کے کان میں کیا کہہ رہا تھا؟ اس نے جواب دیا: ڈاکٹر صاحب! جب اس نے آپ کو بھاگم بھاگ آتے جاتے، اِس کو کسی چیز اور اُس کو کسی دوسری چیز کا حکم دیتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ میرے معالجِ خاص آپ ہی ہیں۔ تب اس نے مجھے کہا:

ڈاکٹر صاحب! اپنے اس ساتھی ہارٹ اسپیشلسٹ ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں کہ وہ اپنے آپ کو پریشانی میں مبتلا نہ کریں اور نہ دوسروں کو بھاگ دوڑ میں لگا کر پریشان کریں۔ میں تو اب لامحالہ مرنے ہی والا ہوں۔ اللہ کی قسم!

میں ابھی سے جنت میں ملنے والا اپنا ٹھکانا دیکھ رہا ہوں۔

تجھ کو غافل! فکر عقبیٰ کچھ نہیں

کھانہ دھوکا، عیش دنیا کچھ نہیں

زندگی ہے چند روزہ، کچھ نہیں

کچھ نہیں، اس کا بھروسا کچھ نہیں

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ

بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ

ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ

چند روز زندگی ہے یاد رکھ

تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا

گنج و سیم وزر بھی ہاتھ آیا تو کیا

قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا

دبدبہ بھی اپنا دکھایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

موت کی دہلیز پر

اس نے اپنی یہ آپ بیتی خود اپنے ہاتھ سے لکھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھ پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جسے میں رو رو کر نہ گزاروں۔ میں روزانہ کئی کئی مرتبہ خودکشی کرنے کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ میری زندگی کی اب میری نظر میں کوئی قیمت نہیں رہ گئی۔ میں ہر گھڑی موت کی تمنا میں گزارتی ہوں۔ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی اور نہ ہی میں اس دنیا کو دیکھتی۔ میری آپ بیتی کا آغاز میری ایک سہیلی کے ساتھ کچھ یوں ہوتا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میری سہیلی ان لوگوں میں سے ہے جو انٹرنیٹ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں۔

اس نے میرے دل میں اس دنیا کو دیکھنے، اسے جاننے اور انجوائے کرنے کی رغبت اور شوق کو خوب بھڑکا دیا۔ اس نے مجھے تقریباً صرف دو ہی ماہ میں یہ سب کچھ سکھلا دیا کہ انٹرنیٹ کو کیسے استعمال کرنا ہے؟

اب میرے شوق کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ میں بکثرت اس کے گھر جانے لگی تھی۔ میں نے اس سے براہِ راست گفتگو() کرنا سیکھ لیا۔ میں یہ بھی سیکھ گئی کہ کمپیوٹر کو کیسے کھولنا اور انٹرنیٹ میں کیسے داخل ہونا ہے۔ ان دو ماہ کے دوران میں میری اپنے شوہر سے ہر وقت جنگ چھڑی رہتی کہ وہ گھر میں انٹرنیٹ کی لائین() حاصل کرے۔ لیکن وہ اس چیز کے خلاف تھا۔

یہاں تک میں نے اسے یہ کہہ کہہ کر قائل کر لیا کہ تمھارے کام پر چلے جانے کے بعد میں بہت تنہائی محسوس کرتی اور سخت اکتاہٹ میں مبتلا رہتی ہوں۔ خصوصاً جبکہ ہم گھر والوں سے بھی دور رہ رہے ہیں۔ میں نے یہ دلیل بھی دی کہ میری تمام سہیلیوں کے پاس انٹرنیٹ کنکشن ہے اور وہ اسے استعمال کرتی ہیں۔ میں کیوں استعمال نہ کروں اور ان سے اس کے ذریعے سے گپ شپ نہ کروں، جبکہ وہ ٹیلیفون سے بہت سستا بھی ہے۔؟ آخر کار میرا شوہر رضامند ہو گیا۔ مگر کاش! ایسا نہ ہوا ہوتا۔!!

میں نے روزانہ اپنی سہیلیوں سے گپ شپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد میرے شوہر کو میری طرف سے کوئی شکوہ و شکایت اور پریشانی نہ رہی۔ وہ جیسے ہی گھر سے نکلتا، میں دیوانہ وار انٹرنیٹ کی طرف لپکتی۔ میں کئی کئی گھنٹے تک طویل اوقات کے لیے اس پر بیٹھی رہتی۔ اب تو میں یہ تمنا کرنے لگی تھی کہ کاش! میرا شوہر زیادہ سے زیادہ باہر رہا کرے۔ میں اپنے شوہر سے پیار کرتی ہوں اور اس نے بھی میرے کسی معاملے میں کبھی کوئی کمی بیشی و کوتاہی نہیں برتی۔

یہ ٹھیک ہے کہ اس کی مالی حالت میری بہنوں اور سہیلیوں کے مقابلے میں کچھ پتلی تھی۔ مگر وہ میری خوشی کے لیے بھرپور محنت اور دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے۔ مرورِ ایام اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں محسوس کرنے لگی کہ انٹرنیٹ میرے لیے زیادہ سے زیادہ دل بہلانے کا ذریعہ بنتا جا رہا ہے۔ میری حالت یہ ہو گئی کہ اب میں اپنے والدین کو ملنے کے لیے جانے میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ جبکہ اس سے قبل ہم ہر پندرہ روز کے بعد اپنے میکے اور سسرال دونوں کو ملنے کے لیے جایا کرتے تھے۔

جب کبھی اچانک میرا شوہر گھر میں داخل ہو جاتا تو میں گھبرا اٹھتی اور میں انٹرنیٹ پر موجود ہر چیز کو کچھ اس افراتفری میں بند کرتی کہ اسے تعجب ہوا کرتا تھا۔ لیکن اسے مجھ پر کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو یہ چاہتا تھا کہ وہ دیکھے کہ میں انٹرنیٹ پر کیا کرتی اور اس سے کس طرح دل بہلاتی ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ یہ محض ایک فضول سا جذبہ ہو یا شاید یہی غیرت ہے کہ ایک دن جب اس نے لائیو چیٹ (گفتگو) کرتے ہوئے کسی کی آواز سن لی تھی۔ جسے میں اپنی تمام تر کوششوں اور ہوشیاریوں کے باوجود اس سے چھپا نہ سکی۔ تو اس دن کے بعد وہ کبھی کبھار مجھ پر خفگی کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اور یہ کہا کرتا تھا کہ انٹرنیٹ حصولِ معلومات کا بڑا وسیع میدان ہے۔

لیکن یہ وقت ضائع کرنے کا باعث بھی ہے۔ وقت گزرتا گیا اور میں روز بروز نت نئے لوگوں سے چیٹنگ کی گرویدہ و دلدادہ ہوتی گئی۔ بچوں کی تربیت و پرورش کا مسئلہ میں نے نوکرانی پر ڈال دیا۔ یہ تو میں جانتی ہی تھی کہ میرا شوہر کب گھر آتا ہے۔ لہٰذا اس کی آمد سے پہلے پہلے میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سب آف کر کے رکھ دیا کرتی۔ اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ میں نے اپنے بناؤ سنگھار سے لاپرواہی برتنا شروع کر دی تھی۔

اس انٹرنیٹ میں داخل ہونے سے پہلے میں اپنے شوہر کے گھر آنے پر بن سنور کر اچھی شکل وصورت اختیار کر لیا کرتی تھی لیکن اب میرا بناؤ سنگھار کم ہوتے ہوتے ختم ہی ہو گیا۔ میں انٹرنیٹ کی اس حد تک دیوانی تھی کہ اپنے شوہر کے سو جانے پر چپکے سے چوری چھپے اٹھ کر انٹرنیٹ کمپیوٹر والے کمرے میں چلی جاتی اور اس کے اٹھنے سے پہلے پہلے چپکے سے دوبارہ بستر میں آدبکتی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد اسے شاید یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں انٹرنیٹ پر بلا وجہ وقت ضائع کرتی رہتی ہوں۔ لیکن وہ مجھ پر ترس کھاتا رہا کہ بیچاری اکیلی ہے، والدین اور بہن بھائیوں سے بھی دور ہے۔!

اور میں نے اس کے ان مشفقانہ جذبات سے بڑا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ وہ اس بات پر ناراض ہوتا کہ میں بچوں کے بارے میں لاپرواہی برت رہی ہوں۔ اس بات کو لے کر اس نے مجھے کئی مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کی۔ جس پر مَیں جھوٹ موٹ رونے لگتی اور اس سے کہتی کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ آپ کے بعد گھر میں کیا ہوتا ہے۔؟ میں ان کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ ان کی تربیت اور پرورش پر بڑا وقت صَرف کرتی ہوں۔ مگر یہ ہیں کہ سارا دن شرارتیں کر کر کے مجھے تھکا کر رکھ دیتے ہیں۔!

مختصر یہ کہ میں ہر چیز سے لاپرواہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ شوہر سے بھی۔! پہلے میری حالت یہ ہوتی تھی کہ میں اس کے گھر سے باہر ہونے کی صورت میں دسیوں مرتبہ اسے فون کیا کرتی تھی اور صرف اس کی آواز سننا چاہتی تھی۔ اب جب سے انٹرنیٹ نے گھر میں قدم ڈال لیا اور میری زندگی میں داخل ہو گیا تھا۔ اب وہ میری آواز سن ہی نہ پاتا تھا۔ سوائے اس کے کہ گھر میں کسی خاص چیز کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لیے کبھی کبھار فون کرنے کی

نوبت آگئی۔ اب میرے شوہر کو انٹرنیٹ پر بہت غیرت اور غصہ آنے لگا تھا۔ چھ ماہ اسی حالت میں گزر گئے۔ میں نے کئی جعلی ناموں کے ساتھ لوگوں سے تعلقات پیدا کر لیے۔ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ نام مردوں کے ہیں یا عورتوں کے۔؟ چَیٹنگ کے ذریعے سے جو بھی مجھ سے بات کرتا میں اسی سے گفتگو کرنا شروع کر دیا کرتی تھی۔ حالانکہ میں جانتی بھی تھی کہ یہ بات کرنے والا مرد ہے۔!

ہاں! ایک شخص ایسا تھا کہ جس کی طرف میں بہت ہی زیادہ مائل ہو گئی۔ مجھے اس سے بات کرنا اچھا لگتا۔ اس کی ظریفانہ گفتگو۔ لطائف اور نکتے پسند آتے۔ اس کی باتیں بڑی دلچسپ اور جی کو لبھانے والی ہوتیں۔ دن گزرتے گئے اور ہم دونوں کے باہمی تعلقات گہرے سے گہرے تر ہوتے چلے گئے۔

ان تعلقات کے قائم ہونے میں تین مہینے لگے۔ وہ مجھے اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے اپنی طرف کھینچتا چلا گیا۔ اس کی گفتگو کے ہر ہر لفظ سے پیار و محبت کے پیمانے چھلکتے تھے۔ اس سے شوقِ دیدار دوآتشہ ہوتا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے الفاظ تو اس حد تک خوبصورت نہ ہوں۔ تاہم شیطان انھیں میرے سامنے خوب مزین کر کے پیش کرتا رہا۔ آج تک ہماری ساری کی ساری گفتگو چَیٹنگ کے ذریعے سے صرف زبانی کلامی ہی تھی۔

ایک دن اس نے میری آواز سننے کا مطالبہ کیا جسے میں نے رد کر دیا۔ اس نے بڑا ہی اصرار کیا۔ حتیٰ کہ پھر اس نے یہ دھمکی دینا شروع کر دی کہ اگر میں نے آواز نہ سنائی تو وہ تحریری گفتگو بھی بند کر دے گا۔ اور نہ ہی ای میل کرے گا۔ میں نے اس کے مطالبے کو ٹالنے اور اپنی رائے پر ڈٹے رہنے کی بہت کوشش کی۔ مگر میں اس پر قائم نہ رہ سکی۔ پتا نہیں کیوں۔؟ یہاں تک کہ میں نے چند شرائط کے ساتھ آواز کے ساتھ گفتگو کرنے کی ہامی بھر لی۔ ہم متفق ہو گئے کہ صرف ایک ہی مرتبہ آواز سے گفتگو ہو گی۔

اب ہم نے آواز والی گفتگو کا ذریعہ اختیار کر لیا۔ اگرچہ مطلوبہ سسٹم کچھ اتنا معیاری نہیں تھا۔ تاہم اس کی آواز بہت ہی پیاری اور اس کی گفتگو انتہائی شیریں اور دل کو موہ لینے والی تھی۔

ایک دن اس نے مجھے کہا کہ تمھاری آواز انٹرنیٹ پر صاف نہیں آرہی۔ لہٰذا مجھے اپنا فون نمبر دو۔ میں نے اس سے انکار کر دیا۔ مجھے اس کی جرأت پر بڑا تعجب ہوا۔ جبکہ میں دیر تک اس سے گفتگو کرنے کی بھی ہمت نہ پا سکی۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین تھا کہ شیطان مردود میرے سر پر سوار تھا۔ وہ مجھے اس کی آواز بنا سنوار کر سنا رہا تھا اور میرے دین و اخلاق اور عفت و عصمت سے جنگ چھیڑ کر انھیں بھی چھیننا چاہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا کہ میں نے اس سے فون پر بات کی۔ اس دن سے میری زندگی میں انحراف اور کج روی شروع ہو گئی۔ میں آہستہ آہستہ اس غلط راہ میں بہت ہی آگے نکل گئی۔ شیطان مجھے بہت دور بہکا لے گیا۔ میں اس سلسلے میں بات کو طول نہیں دیتی۔

جو شخص میرا یہ قصہ پڑھے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ میرا شوہر میرے بارے میں بے پروا تھا۔ وہ گھر سے بکثرت غائب رہا کرتا تھا۔ نہیں! اصل حقیقت اس کے برعکس ہے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتا اور وہاں سے سیدھا گھر آجایا کرتا تھا۔ وہ میری خاطر اور میرے بچوں کی خاطر اپنے دوستوں کے پاس بھی بہت کم ہی جایا کرتا تھا۔

مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اور گردشِ شب و روز کے بعد میں انٹرنیٹ میں روز افزوں مہارت حاصل کرتی گئی اور اس سے میرا شغف بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ میں روزانہ ۸ سے لے کر ۱۲ گھنٹے تک انٹرنیٹ پر رہتی تھی۔ اب مجھے اپنے شوہر کا زیادہ گھر میں رہنا برا لگتا تھا۔ بلکہ میں اس پر اسے کئی مرتبہ الٹی سیدھی بھی سنا چکی تھی۔ میں اسے یہ سبق دینے اور اس سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی کرنے لگی کہ وہ پارٹ ٹائم بھی کوئی کام کر لیا کرے تاکہ قرضوں سے ہماری جان چھوٹے اور مختلف قسطوں کی ادائیگی کے لامتناہی سلسلے سے خلاصی ملے۔

اس نے میری یہ بات بھی مان لی۔ اور اپنے کسی دوست کے کسی چھوٹے سے کاروبار میں حصہ دار() بن گیا۔ اس کے بعد تو میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت انٹرنیٹ پر ہی گزارا کرتی تھی۔ کبھی کبھی وہ ٹیلیفون اور نیٹ کنکشن کے بلوں پر سٹپٹا اٹھتا تھا۔ جو بعض دفعہ ہزاروں ریال تک آجاتے تھے۔ لیکن وہ مجھے اس سے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اپنے آشنا کے ساتھ میرے تعلقات روز بروز گہرے ہوتے گئے۔ جب کئی مرتبہ اس نے میری آواز سن لی۔ بلکہ خوب دل بھر کر سن لی تو اب اس نے یہ مطالبہ کرنا شروع کر دیا کہ وہ مجھے دیکھنا چاہتا ہے۔ مجھے اس کے اس مطالبے کی کوئی خاص پروا تھی اور نہ ہی میں نے اس سے تعلقات منقطع کرنے کی سوچی۔ بلکہ میں تو صرف اس کے مطالبے پر اپنی خفگی و ناراضی کا اظہار کر دیا کرتی تھی۔

جبکہ در حقیقت میں اس کے دیدار کی اس سے بھی زیادہ متمنی تھی۔ لیکن میں اس سے ذرہ بالا رہتی۔ کسی خاص وجہ سے نہیں، بلکہ محض ڈرتی تھی اور اندیشہ ہائے دور دراز مجھے اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔

اس کا اصرار روز بروز بڑھتا گیا۔ وہ صرف مجھے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ میں نے اس کا یہ مطالبہ ایک شرط کے ساتھ قبول کر لیا کہ ہماری یہ ملاقات پہلی۔ اور یہی آخری بھی ہو گی۔ ہم نے باہم یہ عہد و پیمان کر لیا اور پھر ایک مارکیٹ میں ملاقات کی۔ اور ہم دونوں کے مابین تیسرا شیطان لعین بھی تھا۔ حقیقی بات تو یہ ہے کہ مجھے وہ پہلی ہی نظر میں بھا گیا۔ بلکہ شیطان نے اسے میری نگاہوں میں خوب مزین کر دیا۔ میرا شوہر کوئی بدصورت تو نہیں تھا۔ لیکن شیطان حرام کو بنا سنوار کر پیش کرتا ہے۔ ہم دونوں باہم مل کر اپنی اپنی راہ چلے گئے۔

مگر اس ملاقات کے بعد ہمارا تعلق روز بروز قوی سے قوی تر ہوتا گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں شادی شدہ ہوں۔ بال بچوں والی ہوں۔ اس کے بعد بھی اس نے مجھے کئی مرتبہ دیکھا اور ملاقات کی۔ آہستہ آہستہ اسے میرے بارے میں تمام باتیں معلوم ہو گئیں۔ اس نے مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ میں اپنے شوہر سے نفرت کرنے لگی۔ بالآخر اس نے یہ مشورہ میرے سامنے رکھ دیا کہ میں اپنے شوہر سے طلاق لے لوں۔ تا کہ وہ مجھ سے شادی کر لے۔ اب میں اپنے شوہر سے نفرت کرنے لگی تھی۔

میں نے اب روز بروز نت نئے مسائل کھڑے کرنا شروع کر دیے، تا کہ کسی طرح وہ مجھے طلاق دے دے۔ میرے شوہر سے یہ گھٹیا قسم کے امور برداشت نہ ہوئے۔ لہٰذا اس نے زیادہ سے زیادہ وقت گھر سے باہر رہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن یہ سانحہ رونما ہو گیا۔ ایک دن میرے شوہر نے بتایا کہ وہ کاروباری سلسلے میں پانچ دن کے سفر پر کہیں جا رہا ہے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں بچوں کے ساتھ اپنے میکے والوں سے مل آؤں۔

میں نے محسوس کیا کہ اپنے آشنا سے کھل کر ملنے کا یہ مناسب وقت ہے۔ میں نے اپنے میکے جانے سے انکار کر دیا۔ ناچار میرا شوہر اس پر رضا مند ہو گیا۔ پھر وہ جمعہ کے دن پانچ دن کے لیے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کی روانگی کے بعد ایک دن چھوڑ کر اتوار کو ہم نے ملاقات طے کی۔ میں نے اس شیطان صفت شخص سے ایک مارکیٹ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ میں اس کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی۔ وہ مجھے مختلف سڑکوں پر لیے گھماتا رہا۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ میں کسی اجنبی کے ساتھ باہر گئی تھی۔ اس لیے میں کچھ قلق و اضطراب اور پریشانی میں مبتلا تھی۔ اور وہ مجھ سے بھی زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں گھر سے باہر زیادہ وقت نہیں رہ سکتی۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا شوہر کہیں فون نہ کرے یا کوئی اور واقعہ نہ رونما ہو جائے۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ اگر تمھارے شوہر کو پتا چل گیا تو کیا ہے۔!!

ہو سکتا ہے کہ وہ تمھیں طلاق دے دے، اس طرح تمھاری جان ہی چھوٹ جائے گی۔ مجھے اس کی یہ بات اور لہجہ پسند نہ آیا۔ میں مزید پریشان ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا کہ زیادہ دور ہرگز نہ جائیں، میں گھر سے زیادہ لیٹ نہیں ہونا چاہتی۔ اس نے اب مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھانا شروع کر دیا۔ ناگاہ میں ایک ایسی جگہ پر تھی کہ جسے میں نہیں جانتی تھی۔ وہ جگہ اندھیری تھی۔ کوئی باغیچہ یا فارم ہاؤس لگتا تھا۔ میں نے اس پر چلاّنا شروع کر دیا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔؟ تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟

چند ہی لمحات گزرے تھے کہ گاڑی کھڑی ہو گئی اور کوئی دوسرا شخص میری سائیڈ کا دروازہ کھول کر مجھے زبردستی گاڑی سے باہر کھینچ رہا تھا۔اور تیسرا شخص ابھی فارم ہاؤس کے اندر تھا۔اور وہیں میں نے ایک چوتھے آدمی کو بھی بیٹھے دیکھا۔اس جگہ سے عجیب قسم کی بوئیں اُٹھ رہی تھیں۔ہر ہر چیز مجھ پر بجلی بن کر گر رہی تھی۔میں چلاّئی۔روئی۔منتیں سماجتیں کر کے ان سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی اپیل کی۔شدتِ خوف کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ مجھے اپنے گرد و پیش میں رونما ہونے والے واقعات کی کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔پھر میں نے اپنے منہ پر زناٹے دار طمانچہ محسوس کیا۔کوئی آواز مجھ پر چلاّ رہی تھی۔اس آواز اور طمانچے نے نہ صرف مجھے ہلا کر رکھ دیا بلکہ میں خوف و ہراس کے نتیجے میں اپنے ہوش ہی کھو بیٹھی تھی۔اب میرے ساتھ جو ہوا سو ہوا۔کچھ دیر کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں سخت مرعوب تھی۔میرے سارے جسم پر رعشہ طاری تھا۔اور میں لمحہ بھر کے لیے بھی رونے سے نہیں رک رہی تھی۔انھوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھی۔اور اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور میرے گھر کے قریب ایک جگہ مجھے پھینک گئے۔میں بھاگم بھاگ گھر میں داخل ہو گئی۔اب میرا صرف ایک ہی کام تھا۔رونا اور بس روتے ہی رہنا۔حتیٰ کہ میری آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی خشک ہو گیا۔میں ہر وقت اپنے کمرے ہی میں پڑی رہتی۔اور تو اور میں اپنے بچوں سے بھی نہیں ملتی تھی۔میں نے اپنے منہ میں کھانے کا کوئی لقمہ تک نہ ڈالا تھا۔مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی تھی۔میں نے خودکشی کی کوشش کی۔گھر میں ہوتے ہوئے بھی میں اپنے بچوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔نہ ہی مجھے ان کی موجودگی کا کوئی احساس ہوتا تھا۔

میرا شوہر سفر سے واپس لوٹ آیا۔میری حالت اتنی بری ہو چکی تھی کہ وہ مجھے زبردستی ہسپتال لے گیا۔ڈاکٹروں نے مجھے آرام دہ، سکون بخش اور طاقتور دوائیاں دیں۔میں نے اپنے شوہر سے التجا کی کہ وہ مجھے جلد از جلد میرے میکے لے جائے۔میں بہت روتی رہتی تھی اور میرے گھر والے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ میری اور میرے شوہر کی کسی وجہ سے ناچاکی ہو گئی ہے۔میرے والد نے میرے شوہر سے افہام و تفہیم کی کوشش کی، لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔کیوں کہ میرے شوہر کو دراصل کسی بھی بات کا علم تھا اور نہ کسی دوسرے کو مجھ پر بیتنے والے سانحے کی خبر تھی۔حتیٰ کہ میرے گھر والے مجھے ایک دم کرنے والے کے پاس بھی لے گئے، ان کا خیال تھا کہ میں شاید بیمار ہوں۔مختصر یہ کہ میں اپنے شوہر کے لائق نہ رہی۔لہٰذا میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔اللہ شاہد ہے کہ میں نے یہ صرف اس کے احترام و اکرام کے پیشِ نظر کیا۔کیوں کہ میں عزت و شرف والے لوگوں کے مابین زندگی گزارنے کی حق دار نہیں رہی تھی۔میں نے اپنی قبر خود اپنے ہی ہاتھوں سے کھود دی ہے۔اور انٹرنیٹ خشک ہو گیا۔میں ہر وقت اپنے کمرے ہی میں پڑی رہتی۔اور تو اور میں اپنے بچوں سے بھی نہیں ملتی تھی۔میں نے اپنے منہ میں کھانے کا کوئی لقمہ تک نہ ڈالا تھا۔مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی تھی۔

میں نے خودکشی کی کوشش کی۔گھر میں ہوتے ہوئے بھی میں اپنے بچوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔نہ ہی مجھے ان کی موجودگی کا کوئی احساس ہوتا تھا۔میرا شوہر سفر سے واپس لوٹ آیا۔میری حالت اتنی بری ہو چکی تھی کہ وہ مجھے زبردستی ہسپتال لے گیا۔ڈاکٹروں نے مجھے آرام دہ، سکون بخش اور طاقتور دوائیاں دیں۔میں نے اپنے شوہر سے التجا کی کہ وہ مجھے جلد از جلد میرے میکے لے جائے۔میں بہت روتی رہتی تھی اور میرے گھر والے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ میری اور میرے شوہر کی کسی وجہ سے ناچاکی ہو گئی ہے۔میرے والد نے میرے شوہر سے افہام و تفہیم کی کوشش کی، لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔کیوں کہ میرے شوہر کو دراصل کسی بھی بات کا علم تھا اور نہ کسی دوسرے کو مجھ پر بیتنے والے سانحے کی خبر

تھی۔ حتیٰ کہ میرے گھر والے مجھے ایک دم کرنے والے کے پاس بھی لے گئے، ان کا خیال تھا کہ میں شاید بیمار ہوں۔ مختصر یہ کہ میں اپنے شوہر کے لائق نہ رہی۔ لہٰذا میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ اللہ شاہد ہے کہ میں نے یہ صرف اس کے احترام واکرام کے پیشِ نظر کیا۔ کیوں کہ میں عزت وشرف والے لوگوں کے مابین زندگی گزارنے کی حق دار نہیں رہی تھی۔ میں نے اپنی قبر خود اپنے ہی ہاتھوں سے کھودی ہے۔ اور انٹرنیٹ نے ۔

تارکِ قرآن ہو

کرا یک خاتون کہتی ہیں کہ میں حرم مکی میں خواتین کے لیے مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی کہ ایک عورت نے میرے کندھے کو تھپتھپایا اور عجمی لہجہ میں کہنا شروع کیا:

اے حاجن! اے حاجن! میں اس کی طرف متوجہ ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک درمیانی عمر کی عورت ہے۔ میرا ظن غالب ہے کہ وہ ترکی نژاد تھی۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میرے دل میں فوراً اس کے لیے جذباتِ محبت نے جنم لے لیا۔ سبحان اللہ! یہ روحیں بھی اللہ کے لشکر ہیں۔ دلوں کو دلوں تک راہ ہوتی ہے۔

وہ مجھے کچھ کہنا چاہتی تھی اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لیے کلمات والفاظ جمع کر رہی تھی۔ اس نے میرے ہاتھ میں موجود قرآنِ کریم کی طرف اشارہ کیا اور پھر ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں کہا: تم قرآن پڑھ لیتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اتنا سننا تھا کہ اس عورت کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبا گئیں۔ مجھے اس منظر نے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ وہ خاتون رونا شروع ہو گئی۔

میں نے اس سے پوچھا:

تمھیں کیا ہوا ہے؟

اس نے شرماتی ہوئی نگاہوں اور رندھی ہوئی آواز سے کہا:

میں قرآن نہیں پڑھ سکتی۔

میں نے پوچھا کیوں؟

اس نے جواب دیا کہ میں پڑھی لکھی نہیں ہوں۔ ابھی یہ بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

میں اس کا کندھا تھپکتی اور اسے دلاسہ دیتی رہی۔

میں نے کہا: تم اس وقت اللہ کے گھر۔خانہ کعبہ۔کے سائے میں ہو۔اس سے دعا کرو کہ وہ تمھیں قرآن سکھلا دے اور قرآن کی قراءت و تلاوت سیکھنے میں تمھاری مدد کرے۔اس عورت نے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

میں وہ منظر عمر بھر کبھی نہیں بھول سکتی۔اس عورت نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے یہ دعا مانگنے لگی:

''اَللّٰهُمَّ افْتَحْ قَلْبِيْ اَقْرَأُالْقُرْآنَ .اَللّٰهُمَّ افْتَحْ قَلْبِيْ اَقْرَأُالْقُرْآنَ''

''اے اللہ! میرا سینہ کھول دے تاکہ میں بھی قرآن پڑھ سکوں۔اے اللہ! میرے دل کے دروازے وا کر دے، تاکہ میں بھی تیری کتاب پڑھ سکوں۔''

پھر وہ خاتون میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی: میں مر جاؤں گی مگر میں قرآن نہ سیکھ پاؤں گی۔

میں نے اسے کہا: ایسا نہیں۔تم ان شاءاللہ عن قریب پورا قرآنِ کریم پڑھ لو گی اور پھر اسے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ ختم کرو گی۔

میں نے اس سے پوچھا:

کیا تم سورۃ الفاتحہ پڑھ سکتی ہو؟

وہ بڑی خوشی سے کہنے لگی:

ہاں! اور ساتھ ہی اس نے بڑی ترتیل کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔﴾

حتیٰ کہ اس نے پوری سورت فاتحہ پڑھ دی۔پھر اس نے قرآن کی آخری سورتیں پڑھنا شروع کیں جو اسے زبانی یاد تھیں۔مجھے اس کی عربی دانی اور تلفظ پر تعجب ہو رہا تھا جو بہت حد تک صحیح تھا۔وہ اپنی زندگی کے بارے میں بتا رہی تھی کہ قرآن کو سیکھنے کے لیے وہ کیا کیا کچھ کر رہی ہے۔

اچانک اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگی:

اگر میں مر گئی اور میں نے قرآنِ کریم نہ پڑھا تو میں جہنم میں جاؤں گی۔اللہ کی قسم! میں نے ایک کیسٹ سنی ہے جس میں ہے کہ قرآن کو پڑھنا لازم ہے۔یہ اللہ کا کلام ہے۔عظمت والے رب کا کلام۔جب وہ عظمتِ باری تعالیٰ کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور قرآن کے حقوق کا تذکرہ کر رہی تھی

تو وہ بیچاری اپنے آنسوؤں کو روکنے کی بڑی کوشش کر رہی تھی جو اس کی آنکھوں سے ٹپکنے کو بیتاب لگ رہے تھے.. میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور بے اختیار رونے لگی۔

میں دیکھ رہی تھی کہ ایک عجمی عورت ہے۔ ایک بے دین() قسم کے ملک سے آئی ہے۔ وہ اس بات سے ڈر رہی ہے کہ کل وہ اپنے اللہ سے اس حالت میں ملے گی کہ اس نے اس کی کتابِ مقدس نہیں پڑھی۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا صرف یہی ہے کہ وہ پورا قرآن پڑھ لے۔ وہ روتی۔ غمزدہ ہو جاتی۔ اور کبیدہ خاطر ہو جاتی۔ یہ سب محض اس لیے کہ وہ قرآن نہیں پڑھ سکتی۔!!

ہماری حالت کیا ہے؟ ہم نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہم نے اسے پڑھا. مگر اسے بھلا دیا ہے؟ ہمارا کیا حال ہے؟ جبکہ ہمارے لیے قرآنِ کریم کو حفظ کرنے۔ اس کی تلاوت کرنے اور اسے سمجھنے سیکھنے کے راستے بہت ہی آسان ہیں۔!

☆ اللہ کی قسم! بتائیں تو سہی کہ ہمارے دل کس بات پر جلتے ہیں؟

☆ یہ کیا چیز ہے جو ہمارے لیے اشکباری کا سبب بنتی ہے؟

☆ اور ہمارے لیے حزن و ملال کا باعث ہوتی ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان واقعات وقصص کو لوگوں کے لیے مفید و نفع بخش بنائے۔

یہاں ہم اس بات کی وضاحت کرتے جائیں کہ ان میں سے بعض واقعات ہم نے انٹرنیٹ کی بعض ویب سائیٹس سے منتخب کیے ہیں۔ لیکن لکھنے والوں کے نام ہمیں نہیں مل سکے۔ بہر حال وہ بھی اجر و ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔ اِن شاء اللہ

آخر میں میری اللہ تعالیٰ کریم و عظیم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت میں اپنے نور کے جلو میں ملائے۔ اَللّٰھُمَّ آمین

نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پر قرآنی دلائل

قرآن کریم میں یہ مضمون مختلف طریقوں سے بیان ہوا ہے اور اس کے لئے الگ الگ اسالیب اپنائے گئے ہیں، جن کو سیاق وسباق سے بھی سمجھا جا سکتا ہے اور سلف امت کی تفاسیر نے بھی ان کو کھول کر بیان کر دیا ہے، فَجَزَاہُمُ اللّٰہُ خَیْرًا

1. ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ، وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾

(الزُّخرف: 6162)

"(اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ) یقیناً عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں، اس کے وقوع میں شک نہ کرو، میرا اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، کہیں شیطان تمہیں اس راستے سے نہ روک دے، یہ تمہارا واضح دشمن ہے۔"

☆ امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔

"عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔"

(تفسير الطّبري: 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

☆ اسماعیل بن ابی کریمہ سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

"یہاں سے مراد قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام کا خروج (ظہور و نزول) ہے۔"

(تفسير الطّبري: 633/20، وسندهٗ حسنٌ، هجر)

☆ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

قَالُوا : مَعْنَى الْكَلَامِ : وَإِنَّ عِيسٰى، ظُهُورُهُ عِلْمٌ يُعْلَمُ بِهِ مَجِيئُ السَّاعَةِ، لأَنَّ ظُهُورَهُ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَنُزُولُهُ إِلَى الْأَرْضِ دَلِيلٌ عَلَى فَنَاءِ الدُّنْيَا، وَإِقْبَالِ الآخِرَةِ۔

”مفسرین نے اس آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ایک نشانی ہے، جس کے ذریعہ قیامت کی آمد کے متعلق معلوم ہو گا، کیونکہ ان کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور آپ کا زمین پر نازل ہونا دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کے آپہنچنے کی دلیل ہے۔“

(تفسیر الطّبري : 631/20، هجر)

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت میں ”وَإِنَّہٗ“ کی ضمیر کے مرجع کے متعلق لکھتے ہیں:

بَلِ الصَّحِيحُ أَنَّهٗ عَائِدٌ عَلٰى عِيسٰى، فَإِنَّ السِّيَاقَ فِي ذِكْرِهِ، ثُمَّ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

”بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے، کیونکہ سیاق میں آپ ہی کا ذکر ہے، پھر اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل نزول ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر : 530/5)

اس مفہوم و تفسیر کی تائید احادیث صحیحہ سے بھی ہوئی ہے، مثلاً؛

1. سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ؛ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ۔

”قیامت تب تک قائم نہیں ہو گی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لائے گی۔“

(صحیح مسلم : 2901)

یہ حدیث نص ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

2. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي الْأَرْضِ حَكَمًا عَدْلاً، وَقَاضِيًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَالْقِرْدَ، وَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ، وَتَكُونُ السَّجْدَةُ كُلُّهَا وَاحِدَةً لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی، جب تک سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام زمین پر امام عادل اور قاضی منصف کی حیثیت نہ اتر جائیں، آپ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر اور بندر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیا جائے گا اور سجدہ صرف اللہ رب العالمین کو ہی ہو گا۔"

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 1342، وسندهٗ حسنٌ)

☆حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو لَابَأْسَ بِهٖ کہا ہے۔ (فتح الباري: 491/6)

ان دو احادیث سے آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے، اس پر امام قتادہ اور امام سدی رحمہما اللہ کی تصریحات تو سونے پہ سہاگہ ہیں۔

2. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا، وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا، وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾۔(النساء: 156159)

"یہ سزا ان کے کفر کے باعث اور مریم (علیہا السلام) پر بہت بڑے بہتان باندھنے کے باعث اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسی ابن مریم کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، نہ ہی وہ آپ کو سولی دے سکے ہیں، بلکہ ان کو شبہ ڈال دیا گیا تھا اور جن لوگوں نے اس پھانسی کے واقعہ میں اختلاف کیا ہے، وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں، ان کو کوئی علم نہیں، سوائے ظن کی پیروی کے، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقینا قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے، یقینا یہود و نصاریٰ عیسیٰ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔"

﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ میں "ہ" ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

☆عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

لَوْ أَنَّ یَھُودِیًّا وَقَعَ مِنْ فَوْقِ ہٰذَا الْبَیْتِ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِہٖ، یَعْنِي : بِعِیسٰی۔

''اگر کوئی یہودی اس گھر کی چھت کے اوپر بھی ہو گا تو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے قبل فوت نہ ہو گا۔''

(تفسیر الطّبري : 669/7، وسندہٗ صحیحٌ)

☆عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا یَمُوتُ رَجُلٌ مِّنَ الْیَھُودِ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِعِیسٰی۔

''یہودیوں میں سے اس وقت تک کوئی آدمی وفات نہیں پائے گا، جب تک کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر: 513/47، وسندہٗ حسنٌ)

☆اس آیت کی تفسیر میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَبْلَ مَوْتِ عِیسٰی وَاللّٰہِ إِنَّہٗ لَآنَ لَحَيٌّ عِنْدَ اللّٰہِ، وَلٰکِنْ إِذَا نَزَلَ آمَنُوا بِہٖ أَجْمَعُونَ ۔

''یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے (سب یہودی و عیسائی ان پر ایمان لے آئیں گے)۔ اللہ کی قسم! آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں، لیکن جب آپ نازل ہوں گے، تو لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے۔''

(تفسیر الطّبري : 665/7، وسندہٗ صحیحٌ، ھجر)

☆امام ابو مالک، غزوان غفاری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ذٰلِکَ عِنْدَ نُزُولِ عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ لَا یَبْقٰی أَحَدٌ مِّنْ أَہْلِ الْکِتٰبِ إِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ۔

''ایسا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول کے وقت ہو گا کہ کوئی یہودی و عیسائی باقی نہیں رہے گا مگر آپ پر ایمان لے آئے گا۔''

(تفسیر الطّبري : 664/7، وسندہٗ صحیحٌ، ھجر)

☆جویریہ بن بشیر (ثقہ) رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ رَجُلاً قَالَ لِلْحَسَنِ : يَا أَبَا سَعِيدٍ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى : ﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾

(النساء : 159) قَالَ :

قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى إِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ إِلَيْهِ عِيسٰى، وَهُوَ بَاعِثُهُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَقَامًا يُؤْمِنُ بِهِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ ۔

''میں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کر رہا تھا:

﴿وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء : 159) آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور وہ آپ کو قیامت کے دن ایسے مقام پر پہنچائے گا کہ نیک و بد آپ پر ایمان لے آئیں گے۔''

(تفسیر ابن أبي حاتم : 6251، وسندہٗ صحیحٌ)

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہی لیتے ہیں۔

(مسائل أحمد بروایة ابنه عبد اللّٰه، ص 441)

☆ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَوْلَى الْأَقْوَالِ بِالصِّحَّةِ وَالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ : تَأْوِيلُ ذٰلِكَ : وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِعِيسٰى قَبْلَ مَوْتِ عِيسٰى۔

''زیادہ قرین صحت و صواب یہی تفسیر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔''

(تفسیر الطّبري : 672/7، هجر)

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ الصَّحِيحُ ۔ ''یہی قول صحیح ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر : 413/2)

☆ نیز فرماتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

ہٰذَا الْقَوْلُ ہُوَ الْحَقُّ ۔ "یہی قول حق ہے۔" (تفسیر ابن کثیر : 412/2)

☆ حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی معنی و مفہوم کی تائید کرتی ہے۔ (صحیح البخاري : 3448، صحیح مسلم : 155)

3. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یَا أَہْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (المائدۃ : 19)

"اہل کتاب! آپ کے پاس رسولوں کے ایک وقفے کے بعد رسول آیا ہے، جو کھل کر بیان کرتا ہے، یوں نہ کہنا کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا، بلکہ تمہارے پاس بشیر و نذیر آچکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔"

☆ مشہور لغوی امام زجاج رحمہ اللہ (311ھ) لکھتے ہیں:

﴿عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ أَيْ عَلَی انْقِطَاعٍ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُعِثَ بَعْدَ انْقِطَاعِ الرُّسُلِ، لِأَنَّ الرُّسُلَ کَانَتْ إِلٰی وَقْتِ رَفْعِ عِیسٰی تَتْرٰی، أَيْ مُتَوَاتِرَۃً، یَجِيءُ بَعْضُہَا فِي إِثْرِ بَعْضٍ ۔

فترہ کا معنی انقطاع ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے انقطاع کے بعد مبعوث ہوئے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے پہلے تک انبیا پے در پے آتے رہے۔" (معاني القرآن وإعرابه : 162/2)

4. فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰی إِذَا أَثْخَنْتُمُوْہُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَہَا﴾ (محمد : 4)

"جب تم کفار سے ملو، تو ان کی گردنیں مارو، پھر جب تم کشتوں کے پشتے لگا دو، تو جو زندہ بچ رہیں انہیں قیدی بنا لو، اس کے بعد احسان ہے یا فدیہ، یہاں تک کہ جنگ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔"

اس آیت میں ﴿حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَہَا﴾ کے الفاظ پر تدبر کی ضرورت ہے کہ اس سے مراد آخر کیا ہے؟ تو یہ مراد قرآن مجید کے اولین شارح جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی ہے۔

1. سیدنا سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ ، وَوَضَعُوا السِّلاحَ ، وَقَالُوا : لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ، وَقَالَ : كَذَبُوا الْآنَ ، الْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ ، وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ، وَيُزِيغُ اللَّهُ لَهُمْ قُلُوبَ أَقْوَامٍ ، وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ ، وَحَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ، وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص کہنے لگا: اللہ کے رسول! لوگوں نے گھوڑوں کو بے وقار بنا دیا ہے، ہتھیار رکھ دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے، لہٰذا جہاد باقی نہیں رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ لوگ غلط کہتے ہیں، اب تو جہاد شروع ہوا ہے۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لئے لڑتا رہے گا، خدا تعالیٰ لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے گا اور وہیں سے ان کو رزق دے گا، آخر قیامت قائم ہو گی اور اللہ کا وعدہ وفا ہو گا۔" (سنن النسائی: 3561، وسندہٗ صحیح)

2. سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تُقَامُ الصَّلَاةُ فَيُقَالُ لَهُ :صَلِّ الصُّبْحَ ، فَإِذَا كَبَّرَ وَدَخَلَ نَزَلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا رَآهُ الرَّجُلُ عَرَفَهُ فَيَرْجِعُ فَيَمْشِي الْقَهْقَرَى فَيَتَقَدَّمُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَضَعُ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَيَقُولُ :صَلِّ ....

قَالَ : وَيَكُونُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي أُمَّتِي حَكَمًا عَدْلًا ، وَإِمَامًا مُقْسِطًا ، يَدُقُّ الصَّلِيبَ ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔

"نماز کی اقامت کہی جا چکی ہو گی، جب وہ (امام) تکبیر کہیں گے اور نماز میں داخل ہو جائیں گے، تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، مہدی انہیں پہچان لیں گے اور پیچھے ہٹنا چاہیں گے، تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے، آپ نماز پڑھائیں... (آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام میری امت میں حاکم عادل اور امام مقسط بن کر نازل ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ ختم ہو جائے گی۔"

(الأحاد والمثاني لابن أبي عاصم : 446/2، وسندهٗ حسنٌ)

ان احادیث میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ آیت میں جنگ ختم ہونے کا وقت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد سے متعلق ہے، اسلاف امت نے بھی یہی سمجھا ہے۔

☆حافظ بیہقی رحمہ اللہ (458ھ) لکھتے ہیں:

يَعْنِي وَاللّٰهُ أَعْلَمُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔

''عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے تک، واللہ اعلم!'' (السنن الصغير : 381/3)

☆مشہور سنی امام، محدث ومفسر، ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهُ احْتِجَاجًا لِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فِرَقِ النَّصَارٰى فِي قَوْلِهِمْ فِي الْمَسِيحِ . يَقُولُ مُكَذِّبًا لِلْيَعْقُوبِيَّةِ فِي قِيلِهِمْ : هُوَ اللّٰهُ، وَالْآخَرِينَ فِي قِيلِهِمْ : هُوَ ابْنُ اللّٰهِ، لَيْسَ الْقَوْلُ كَمَا قَالَ هٰؤُلَاءِ الْكَفَرَةُ فِي الْمَسِيحِ ، وَلٰكِنَّهُ ابْنُ مَرْيَمَ وَلَدَتْهُ وِلَادَةَ الْأُمَّهَاتِ أَبْنَاءَهُنَّ ، وَذٰلِكَ مِنْ صِفَةِ الْبَشَرِ لَا مِنْ صِفَةِ خَالِقِ الْبَشَرِ ، وَإِنَّمَا هُوَ لِلّٰهِ رَسُولٌ كَسَائِرِ رُسُلِهِ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَهُ فَمَضَوْا وَخَلَوْا ، أَجْرٰى عَلٰى يَدِهِ مَا شَاءَ أَنْ يُجْرِيَهُ عَلَيْهَا مِنَ الْآيَاتِ وَالْعِبَرِ حُجَّةً لَهُ عَلٰى صِدْقِهِ وَعَلٰى أَنَّهُ لِلّٰهِ رَسُولٌ إِلٰى مَنْ أَرْسَلَهُ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ كَمَا أَجْرٰى عَلٰى أَيْدِي مَنْ قَبْلَهُ مِنَ الرُّسُلِ مِنَ الْآيَاتِ وَالْعِبَرِ حُجَّةً لَهُمْ عَلٰى حَقِيقَةِ صِدْقِهِمْ فِي أَنَّهُمْ لِلّٰهِ رُسُلٌ ۔

''یہ اللہ کی طرف سے خبر ہے، جس میں نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا جارہا ہے، جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام ''اللہ'' ہیں، اسی طرح ایک دوسرے فرقے کا جواب ہے، جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، بات اس طرح نہیں ہے، جس طرح یہ کافر لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں، بلکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں، ان کی ولادت اسی طرح ہوئی ہے، جس طرح مائیں بیٹوں کو جنم دیتی ہیں، پیدا ہونا بشر کی صفت ہے، خالق کی صفت نہیں ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک رسول ہیں، بالکل اس طرح جس طرح دیگر رسول گزرے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بھی اپنے نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اسی طرح معجزات وقوع پذیر ہوئے، جس طرح دیگر انبیا کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔''

(تفسير الطبري : 582/8، هجر)

نیز لکھتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (التوبة : 33) الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيَانِ الْوَاضِحِ ، وَدِينِ الْحَقِّ ، وَهُوَ الْإِسْلَامُ ؛ الَّذِي أَرْسَلَهُ دَاعِيًا خَلْقَهُ إِلَيْهِ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ يَقُولُ : لِيُبْطِلَ بِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا، حَتّٰى لَا يَكُونَ دِينٌ سِوَاهُ، وَذٰلِكَ كَانَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ، فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ ، فَحِينَئِذٍ تَبْطُلُ الْأَدْيَانُ كُلُّهَا، غَيْرَ دِينِ اللّٰهِ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَيَظْهَرُ الْإِسْلَامُ عَلَى الْأَدْيَانِ كُلِّهَا ۔

"فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (التوبة: 33) (وہ اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث کیا۔) یعنی جس نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح بیان اور دین حق یعنی اسلام دے کر مبعوث کیا، آپ اللہ کی مخلوق کو اس دین کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔) یعنی اس دین سے تمام دوسری ملتوں کو باطل کر دے، یہاں تک کہ اس کے سوا کوئی دین باقی نہ رہے۔ یہ سیدنا عیسی علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا، جو دجال کو قتل کریں گے۔ اس وقت سوائے دین محمدی اسلام کے تمام ادیان باطل ہو جائیں گے اور اسلام سب دینوں پر غالب آ جائے گا۔" (تفسير الطّبري: 320/21، هجر)

نزول عیسیٰ علیہ السلام اور متواتر احادیث

دین کا دوسرا ماخذ حدیث رسول ہے، جس کو قرآن کی تفسیر، بیان اور تشریح کہا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے متعلق اپنی کئی احادیث میں بیان کیا ہے، یہاں تک کہ وہ احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔

☆ امام طبری رحمہ اللہ (310ھ) فرماتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے، پھر دجال کو قتل کریں گے۔"

(تفسير الطّبري: 291/3)

☆ حافظ نووی رحمہ اللہ (676ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ ثَابِتَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِي الْبُخَارِيِّ أَيْضًا، وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ فِيهِ كَثِيرَةٌ جِدًّا، وَكَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُلَقَّنَ الصِّبْيَانُ أَحَادِيثَ الدَّجَّالِ لِيَتَحَفَّظُوهَا، وَتَتَرَسَّخُ فِي نُفُوسِهِمْ، وَيَتَوَارَثُهَا النَّسْلُ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ.

"یہ تمام الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم میں اور بعض بخاری میں ثابت ہیں، اس سلسلہ میں صحیح احادیث کثرت سے موجود ہیں، سلف صالحین بچوں کو دجال کی احادیث حفظ کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے، تاکہ یہ ان کے دلوں میں راسخ ہو جائیں اور آنے والی نسلوں تک پہنچتی رہیں۔"

(تهذيب الأسماء واللّغات: 185/1)

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَحَادِيثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخْبَرَ بِنُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِمَامًا عَادِلًا وَحَكَمًا مُقْسِطًا۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث مروی ہیں، جن میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ قیامت سے پہلے امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے آئیں گے۔

(تفسیر ابن کثیر: 5/530، 7/236)

نیز فرماتے ہیں:

هٰذِهٖ أَحَادِيثُ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث متواتر ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر: 2/423)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

هٰذَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنَ السِّيَاقِ الْإِخْبَارُ بِحَيَاتِهِ الْآنَ فِي السَّمَاءِ، وَلَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا يَزْعُمُهُ أَهْلُ الْكِتَابِ الْجَهَلَةُ أَنَّهُمْ صَلَبُوهُ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ۔

''حدیث کے سیاق سے یہ خبر دینا مقصود ہے کہ اب عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، جاہل اہل کتاب جو دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی تھی، تو ایسا بالکل نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوپر اٹھا لیا تھا، قیامت سے پہلے آپ آسمان سے اتریں گے، جیسا کہ متواتر احادیث بتاتی ہیں۔'' (البداية والنّهاية: 19/218، هجر)

☆ علامہ ابو عبد اللہ، محمد بن خلفہ، الابی رحمہ اللہ (828ھ) نقل کرتے ہیں:

لَا بُدَّ مِنْ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لِتَوَاتُرِ الْأَحَادِيثِ بِذٰلِكَ۔

''عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث متواتر ہیں اور وہ ضرور نازل ہوں گے۔'' (شرح الأبي على مسلم: 1/265)

☆ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (844ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا يَنْزِلُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَاعِيًا إِلٰى شَرِيعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِجْمَاعُ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يُخَالِفْ إِلاَّ مَنْ لاَ يُعْتَدُّ بِقَوْلِهِ مِنَ الزَّنَادِقَةِ وَالْفَلاَسِفَةِ۔

''عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں شریعت محمدیہ کے داعی بن کر نازل ہوں گے، اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی مخالفت صرف ان زندیقوں اور فلسفیوں نے کی ہے، جن کی کوئی اہمیت نہیں۔'' (شرح أبي داود: 674/16)

☆علامہ محمد طاہر پٹنی(986ھ)لکھتے ہیں:

يَجِيئُ آخِرَ الزَّمَانِ لِتَوَاتُرِ خَبَرِ النُّزُولِ۔

''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے، کیونکہ آپ کے نزول کے متعلق متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔''

(مجمع بحار الأنوار: 286/1)

☆علامہ شوکانی رحمہ اللہ(1250ھ)فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ مُتَوَاتِرَةٌ۔

''نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔''

(عون المعبود شرح سنن أبي داود لعظيم آبادي: 308/13)

☆علامۃ الہند نواب صدیق حسن خان بھوپالی رحمہ اللہ(1307ھ)لکھتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ مُتَوَاتِرَةٌ۔

''نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔'' (حجج الكرامة: 234)

☆علامہ، محمد اشرف بن امیر علی، عظیم آبادی رحمہ اللہ(1329)لکھتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنِ النَّبِيِّ فِي نُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَائِ بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِيِّ إِلَى الْأَرْضِ عِنْدَ قُرْبِ السَّاعَةِ وَهٰذَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ۔

”قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے جسدِ عنصری کے ساتھ زمین پر اترنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث ثابت ہیں، اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔“ (عون المَعبود شرح سنن أبي داود : 457/11)

☆ علامہ، احمد بن محمد عبد القادر، شاکر رحمہ اللہ (1377ھ) فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ مِمَّا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ، لِوُرُودِ الْأَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرِ الصِّحَاحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ، وَقَدْ ذَكَرَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي تَفْسِيرِهٖ طَائِفَةً طَيِّبَةً مِّنْهَا، وَهٰذَا مَعْلُومٌ مِّنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ لَا يُؤْمِنُ مَنْ أَنْكَرَهٗ۔

”آخری زمانے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر اترنا ان امور میں سے ہے، جن میں مسلمانوں نے اختلاف نہیں کیا، کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اور صحیح احادیث منقول ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنی تفسیر میں ذکر کر دی ہے۔ یہ دین کا ایسا معاملہ ہے، جو لازمی طور پر معلوم ہے۔ اس کا منکر مؤمن نہیں ہو سکتا۔“

(حاشية تفسير الطّبري : 459/6، ط مؤسسة الرسالة)

☆ محدث، ناصر الدین، البانی رحمہ اللہ (1419ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَحَادِيثَ الدَّجَّالِ وَنُزُولَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَوَاتِرَةٌ يَّجِبُ الْإِيمَانُ بِهَا، وَلَا تَغْتَرَّ بِمَنْ يَّدَّعِي فِيهَا أَنَّهَا أَحَادِيثُ آحَادٍ، فَإِنَّهٗ جَاهِلٌ بِهٰذَا الْعِلْمِ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَّنْ تَتَبَّعَ طُرُقَهَا، وَلَوْ فَعَلَ لَوَجَدَهَا مُتَوَاتِرَةً، كَمَا شَهِدَ بِذٰلِكَ أَئِمَّةُ هٰذَا الْعِلْمِ، كَالْحَافِظِ ابْنِ حَجَرٍ وَّغَيْرِهٖ، وَمِنَ الْمُؤْسِفِ حَقًّا أَنْ يَّتَجَرَّأَ الْبَعْضُ عَلَى الْكَلَامِ فِيمَا لَيْسَ مِنِ اخْتِصَاصِهِمْ، لَا سِيَّمَا وَالْأَمْرُ دِينٌ وَّعَقِيدَةٌ۔

”آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام والی احادیث متواتر ہیں اور ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپ ان لوگوں سے دھوکا نہ کھائیں، جو ان احادیث کے آحاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ اس علم سے جاہل ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث کی ساری سندوں کو تلاش نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے، تو انہیں متواتر ہی پاتے، جیسا کہ اس علم کے ائمہ، مثلاً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے گواہی دی ہے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ بعض لوگ ایسے معاملات میں بات کرنے کی جرأت کر لیتے ہیں، جن میں انہیں خصوصی مہارت حاصل نہیں ہوتی، خصوصاً جبکہ معاملہ دین اور عقیدے کا ہو۔“

(حاشية العقيدة الطّحاوية، ص 565)

حدیثی دلائل:

1 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً ، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ ، وَيَضَعَ الجِزْيَةَ ، وَيَفِيضَ المَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ : ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النّساء : 159)

”قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میری جان ہے، عنقریب تم میں عیسی بن مریم علیہما السلام عادل ومنصف بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور (اس وقت) اتنا مال و دولت بہہ جائے گا کہ کوئی لینے والا نہ ہو گا، اس وقت ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہو گا، پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو (اس حدیث کی تائید میں) یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾(النساء : 159) “آپ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔“

(صحيح البخاري : 3448، صحيح مسلم : 155)

☆ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ النَّاسِخُ بَلْ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُبَيِّنُ لِلنَّسْخِ فَإِنَّ عِيسٰى يَحْكُمُ بِشَرْعِنَا فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْاِمْتِنَاعَ مِنْ قَبُولِ الْجِزْيَةِ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ هُوَ شَرْعُ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

”جزیہ کو منسوخ کرنے والے عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہوں گے، بلکہ اس نسخ کو بیان کرنے والے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ہماری شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے، اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اس وقت جزیہ قبول کرنے سے رک جانا، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شریعت ہو گی۔“ (شرح النّووي : 190/2)

2. سیدنا جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ : فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ : تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ لاَ ، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ ۔

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس طائفہ (گروہ) کے امیر (مہدی) کہیں گے: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے، آپ فرمائیں گے: نہیں، آپ لوگ ایک دوسرے کے امیر و امام ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر اعزاز و اکرام ہے۔" (**صحیح مسلم** : 156)

3 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمُ الْمَهْدِيُّ : تَعَالَ صَلِّ بِنَا فَيَقُولُ لاَ ، إِنَّ بَعْضَهُمْ أَمِيرُ بَعْضٍ تَكْرِمَةُ اللّٰهِ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ ـ

"عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے، تو مسلمانوں کے امیر مہدی کہیں گے: آیئے، ہمیں نماز پڑھایئے، تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: نہیں، آپ ایک دوسرے کے امیر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کا اعزاز ہے۔"

(**المَنار المُنيف لابن القيم** ، ص 147 ، **وسندهٗ حسنٌ**)

☆ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ ـ "یہ سند جید (حسن) ہے۔"

(**المَنار المُنيف**، ص 148)

4. سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ ـ

"اسی اثنا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہما السلام کو (آسمان سے) بھیجے گا، وہ دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے اور دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق میں سفید مینار پر اتریں گے۔"

(**صحیح مسلم** : 2937)

یہ حدیث بین دلیل ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔

5. سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لاَ أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ۔

"میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا مہینے یا سال، اسی دور میں اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (صحابی) سے ملتا جلتا ہو گا، آپ علیہ السلام دجال کا تعاقب کریں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

(صحیح مسلم : 2940)

6. سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ۔

"عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے، حتی کہ لُد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔" (صحیح مسلم : 2937)

7. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءُوا الشَّأْمَ خَرَجَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ، يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ، إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لاَنْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ، وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهِ، فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ۔

"جب مسلمان ملک شام پہنچیں گے، تو دجال نکل آئے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی، تو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا، تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا، جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر آپ اس کو چھوڑ بھی دیں، تو وہ پگھل کر ہلاک ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون ان لوگوں کو دکھائے گا۔"

(صحیح مسلم : 2897)

فائدہ:

یہ حدیث دلیل نمبر 2 سے ظاہراً متعارض معلوم ہوتی ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھانے سے انکار کر دیں گے، جبکہ اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ خود نماز پڑھائیں گے۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں؛

۱۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عیسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھانے سے یہ ہے کہ آپ امامت نماز کا حکم دیں گے، کیونکہ اہل عرب فعل کا انتساب جس طرح کام کرنے والے کی طرف کرتے ہیں، اسی طرح اس کا حکم دینے والے کی طرف بھی کر دیتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : 6812)

۲۔ پہلی نماز مہدی کی اقتدا میں ادا کریں گے، بعد میں خود امامت کروائیں گے۔ ☆علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّهُ لَوْ تَقَدَّمَ عِيسٰى لَوَقَعَ فِي النُّفُوسِ إِشْكَالٌ، وَلَقِيلَ : أَتَرَاهُ تَقَدَّمَ عَلٰى وَجْهِ النِّيَابَةِ أَمِ ابْتَدَأَ شَرْعًا؟، فَيُصَلِّي مَأْمُومًا لِئَلَّا يَتَدَنَّسَ بِغُبَارِ الشُّبْهَةِ، وَجْهُ قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔

”جان لیجئے کہ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (پہلی نماز کی) امامت کرائیں، تو یہ اشکال واقع ہو گا اور کہا جائے گا کہ دیکھیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے امامت کرا رہے ہیں یا نئی شریعت کی ابتدا کر رہے ہیں؟ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (پہلی نماز) مقتدی کی حیثیت سے پڑھیں گے، تاکہ شبہہ کی وجہ سے فرمان نبوی: ”میری بعد کوئی نبی نہیں۔“ کا معنی پراگندہ نہ ہو جائے۔“

(کشف المُشکِل : 88/3)

8. سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ، وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ، وَإِنَّهُ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا، فَيُصْبِحُ فِيهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَهْزِمُهُ اللّٰهُ وَجُنُودَهُ۔

”دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین پر قابض ہو جائے گا اور مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا، اس وقت لوگوں کے اندر شدید زلزلہ کی سی کیفیت ہو گی اور صبح کے وقت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دجّال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔“

(المستدرک للحاکم : 331/1، وسندہٗ حسنٌ)

ثعلبہ بن عباد عبدی راوی "حسن الحدیث" ہے، امام ابن خزیمہ (1397)، امام ابن حبان(2856)، امام ترمذی (562) اور امام حاکم رحمہم اللہ (1/331) نے اس حدیث کی تصحیح کرکے اس کی توثیق کی ہے، لہٰذا اسے "مجہول" کہنا درست نہیں۔

9. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ : مَا يُبْكِيكِ ؟ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ، قَالَ : فَلَا تَبْكِي فَإِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا حَيٌّ أَكْفِيكُمُوهُ، وَإِنْ أَمُتْ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مَعَهُ يَهُودُ أَصْبَهَانَ، فَيَسِيرُ حَتّٰى يَنْزِلَ بِضَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ، وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ شِرَارُ أَهْلِهَا، فَيَنْطَلِقُ حَتّٰى يَأْتِيَ لُدًّا، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ عِيسٰى فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَوْ قَرِيبًا مِنْ أَرْبَعِينَ سَنَةً إِمَامًا عَادِلًا وَحَكَمًا مُقْسِطًا۔

"میں رو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، فرمایا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! کیونکہ (کل) آپ نے دجال کا ذکر کیا تھا، فرمایا: روئیے مت، اگر میرے جیتے جی وہ نکل آیا، تو میں تمہیں اس سے کافی ہو جاؤں گا اور اگر میں فوت ہو گیا، تو (یہ یاد رکھنا کہ) تمہارا رب کانا نہیں ہے، دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ اصبھان کے یہودی ہوں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مدینہ کے بیرونی کنارے پر پڑاؤ ڈالے گا، اس وقت مدینہ کے بُرے لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مقام لد (بیت المقدس کے قریب ایک بستی) تک پہنچ جائے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہو کر اسے قتل کر دیں گے، پھر آپ زمین پر چالیس سال تک یا چالیس سال کے قریب ایک امام عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔"

(مصنف ابن أبي شيبة : 134/15، مسند الإمام أحمد : 75/6، السّنّة لعبد اللّٰه بن أحمد : 996، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6822) نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

☆ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرُ الْحَضْرَمِيِّ بْنِ لَاحِقٍ، وَهُوَ ثِقَةٌ۔

"اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں، سوائے حضرمی بن لاحق کے۔ وہ ثقہ ہیں۔"

(مجمع الزّوائد : 338/7)

حضرمی بن لاحق تیمی "حسن الحدیث، لا بأس بہ" ہے، اس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات" میں ذکر کیا ہے، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے "لیس بہ بأس" کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل : 302/3، وسندهٗ صحيحٌ)

☆امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْجُو أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ "امید ہے کہ اس میں کوئی حرج (ضعف) نہیں۔"

(الكامل لابن عدي : 454/2)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور پھر ان کے زمین پر رہنے کے الفاظ دلیل ہیں کہ آپ آسمان سے نازل ہوں گے۔

10. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ ، وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ۔

"اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا، جب عیسیٰ بن مریم علیہا السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا۔"

(صحيح البخاري : 3449، صحيح مسلم : 155)

الأسماء والصفات للبيهقي (895) میں الفاظ ہیں:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، لیکن بخاری و مسلم میں مِنَ السَّمَاءِ کے الفاظ موجود نہیں، بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد آگئے ہیں اور اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ ایک ہی روایت کے متن میں ایک جگہ اختصار اور دوسری جگہ تفصیل بیان کر دی جاتی ہے، یہ طریق محدثین میں شائع ہے، اس کی سند بخاری و مسلم والی ہی ہے۔

☆حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَرَادَ نُزُولَهُ مِنَ السَّمَاءِ بَعْدَ الرَّفْعِ إِلَيْهِ۔

"اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا ہے، زندہ اٹھائے جانے کے بعد۔" (الأسماء والصّفات، تحت الحدیث : 895)

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ، حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا۔

"اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم علیہ السلام ضرور فج روحا مقام پر حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے احرام باندھیں گے۔"

(**صحیح مسلم** : 1252)

☆ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هٰذَا يَكُونُ بَعْدَ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ ۔

"یہ کام آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد ہو گا۔" (**شرح صحیح مسلم** : 408/1)

11. سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسٰى، وَعِيسٰى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ، فَبَدَءُوا بِإِبْرَاهِيمَ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، ثُمَّ سَأَلُوا مُوسٰى، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، فَرُدَّ الْحَدِيثُ إِلٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَقَالَ: قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا، فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ، قَالَ: فَأَنْزِلُ، فَأَقْتُلُهُ۔

"جس رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی، آپ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملے، انہوں نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا، وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئے، ان سے قیامت کے بارے دریافت کیا، ان کے پاس اس بارے کوئی علم نہ تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: ان کے پاس بھی کوئی علم نہ تھا، بات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا دی گئی، آپ نے فرمایا: مجھے قیامت قائم ہونے سے پہلے کی باتیں بتائی گئی ہیں، باقی رہا اس کے قائم ہونے کا وقت، تو اللہ ہی جانتا ہے، پھر آپ نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔"

(مصنف ابن أبي شيبة : 157/15، سنن ابن ماجه : 4081، واللّفظ لهٗ، مسند أحمد : 375/1، المستدرک للحاکم : 384/2، 4/488489، 445446، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ ☆علامہ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ھٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔ ''یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مِصباح الزّجاجة : 202/4)

اس کے راوی موثر بن عفازہ کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: 5/ 463) اور امام عجلی رحمہ اللہ (443) نے ''ثقہ'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کر دی ہے، اس پر جرح کا ادنی کلمہ بھی ثابت نہیں، لہٰذا ثقہ ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں:

فَأَهْبِطُ، فَأَقْتُلُهٗ۔ ''میں اتر کر اسے قتل کروں گا۔''

☆حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰؤُلَاءِ أَكَابِرُ أُولِي الْعَزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِينَ، لَيْسَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ بِوَقْتِ السَّاعَةِ عَلَى التَّعْيِينِ، وَإِنَّمَا رَدُّوا الْأَمْرَ إِلٰى عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَتَكَلَّمَ عَلٰى أَشْرَاطِهَا؛ لِأَنَّهٗ يَنْزِلُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مُنَفِّذًا لِأَحْكَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقْتُلُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، وَيَجْعَلُ اللّٰهُ هَلَاكَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ بِبَرَكَةِ دُعَائِهِ، فَأَخْبَرَ بِمَا أَعْلَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ۔

''ان بڑے بڑے اولوالعزم رسولوں کے پاس قیامت کے وقت کا درست علم نہیں تھا، انہوں نے اس بات کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا دیا، تو انہوں نے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں گفتگو فرمائی، کیونکہ آپ اس امت کے آخری دور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے (آسمان سے) نازل ہوں گے، مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا، لہٰذا انہوں نے وہ بات بتا دی، جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی۔'' (تفسير ابن كثير : 248/3)

12. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ : يَخْرُجُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ، وَفُرْقَةٍ، فَيَبْلُغُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اَللّٰهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا؟ فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ شِدَّةً شَدِيدَةً، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمَاءِ، فَيَقُومُ النَّاسُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنْ رَكْعَتِهٖ، قَالَ

:سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، قَتَلَ اللّٰہُ الْمَسِیحَ الدَّجَّالَ، وَظَھَرَ الْمُؤْمِنُونَ. فَأَحْلِفُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّہُ الْحَقُّ، وَأَمَّا أَنَّہٗ قَرِیبٌ، فَکُلُّ مَا ہُوَ آتٍ قَرِیبٌ۔

’’میں نے صادق ومصدوق نبی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجال لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچے گا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہو گی؟ مومن لوگ بہت سختی میں مبتلا ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لوگ کھڑے ہو جائیں گے، جب آپ اپنا سر رکوع سے اٹھائیں گے، تو ’’سمع اللہ لمن حمدہ‘‘ کہیں گے، اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کر دے گا اور مومن غالب آجائیں گے، (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق ومصدوق نبی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بات حق ہے اور ایسا عنقریب ہو گا، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔‘‘

(مسند البزّار [کشف الأستار]: 3396، وسندہٗ صحیحٌ)

☆حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیحِ۔ ’’یہ مسند بزار کی روایت ہے اور اس کے راوی صحیح کے ہیں۔‘‘

(مَجمع الزّوائد: 349/7)

☆علی بن منذر باتفاقِ محدثین ثقہ ہیں، ان پر شیعہ ہونے کا الزام مضر نہیں، امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کو ’’ثقہ وصدوق‘‘ قرار دینے کے بعد کہا ہے: بَعْضُھُمْ لَا یَحْتَجُّ بِہٖ ’’بعض محدثین اس سے حجت نہیں لیتے تھے۔‘‘ یہ جرح محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔ بَعْضُھُمْ نامعلوم ومجہول ہیں، لہٰذا یہ جرح مردود ہے، پھر یہ اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد نہیں، بلکہ ان کی متابعت عبد الواحد بن زیاد مصری نے مسند اسحاق بن راہویہ (262) میں اور صالح بن عمر الواسطی نے صحیح ابن حبان (6812) میں کر رکھی ہے۔

☆عاصم بن کلیب صحیح مسلم کے راوی ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں، ان کے بارے میں امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول لَا یُحْتَجُّ بِہٖ إِذَا انْفَرَدَ ثابت نہیں، بالفرض ثابت بھی ہو جائے، تو محدثین کے اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے۔

☆عاصم بن کلیب کے والد کلیب بن شہاب بھی بالاتفاق ثقہ ہیں، ان پر جرح کا ادنی کلمہ بھی ثابت نہیں۔

یہ حدیث نص صریح ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

13. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ، حَتّٰى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی، جب تک تمہارے پاس ابن مریم علیہ السلام انصاف کرنے والے حاکم بن کر نازل نہ ہوں گے۔ وہ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ ان کے عہد میں مال اس قدر زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی اسے لینے والا نہ ہو گا۔"

(صحيح البخاري: 2476، صحيح مسلم: 155)

صحيح مسلم (243/155) کے الفاظ ہیں:

وَاللّٰهِ، لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلاً، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ، وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلاَصُ فَلاَ يُسْعٰى عَلَيْهَا، وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ، وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلاَ يَقْبَلُهُ أَحَدٌ۔

"اللہ کی قسم! عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ضرور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے، جوان اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا، کوئی انہیں پکڑنے (ڈاکا مارنے) کی کوشش نہیں کرے گا، باہمی کینہ، بغض اور حسد ختم ہو جائے گا، مال پیش کیا جائے گا، لیکن اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔"

14. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَنْ يَنْزِلَ حَكَمًا قِسْطًا، وَإِمَامًا عَدْلاً، فَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَتَكُونَ الدَّعْوَةُ وَاحِدَةً، فَأَقْرِئُوهُ، أَوْ أَقْرِئْهُ السَّلاَمَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُحَدِّثُهُ فَيُصَدِّقُنِي، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، قَالَ: أَقْرِئُوهُ مِنِّي السَّلاَمَ۔

"قریب ہے کہ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام منصف حاکم اور عادل امام بن کر نازل ہوں گے۔ آپ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب توڑیں گے۔ (اس وقت) دین ایک ہی (اسلام) ہو جائے گا۔ (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اگر میں عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے لیے زندہ نہ رہوں تو) تم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلام کہنا۔ (اگر میری ملاقات ہو گئی تو) میں انہیں احادیث بیان کروں گا، وہ میری تصدیق کریں گے۔ جب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو فرمانے لگے: میری طرف سے انہیں سلام کہنا۔"

(مسند الإمام أحمد: 394/2، وسندهٗ حسنٌ)

15. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَرٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا حَكَمًا، فَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ، وَيُكْسَرُ الصَّلِيبُ، وَيُقْتَلُ الْخِنْزِيرُ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔

''تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا، وہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو امام و حاکم دیکھے گا، (اس وقت) جزیہ ختم کر دیا جائے گا، صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر کو قتل کیا جائے گا اور جنگ ہمیشہ کے لیے موقوف ہو جائے گی۔''

(المُعجم الأوسط: 1309، المعجم الصّغير للطّبراني: 84، وسندهٗ حسنٌ)

16. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَأَرْجُو إِنْ طَالَ بِي عُمُرٌ أَنْ أَلْقَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنْ عَجِلَ بِي مَوْتٌ، فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ۔

''میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر لمبی ہوئی، تو میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ملوں گا۔ اگر میری موت جلدی آگئی، تو جس کی ان سے ملاقات ہو، وہ میری طرف سے انہیں سلام پیش کرے۔''

(مسند الإمام أحمد: 298/2، وسندهٗ صحيحٌ)

17. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دجال کے احوال میں حدیث رسول بیان کرتی ہیں:

حَتّٰى يَأْتِيَ فِلَسْطِينَ بَابَ لُدٍّ، فَيَنْزِلَ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقْتُلَهٗ، ثُمَّ يَمْكُثُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْأَرْضِ ۔

''یہاں تک کہ دجال فلسطین میں بابِ لُد کے پاس آجائے گا، پھر عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے اور اسے قتل کریں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام زمین میں ٹھہریں گے۔''

(مسند الإمام أحمد: 75/6، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6822) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

18 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسلِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ يَنْزِلُ الدَّجَّالُ الْمَدِينَةَ، وَلٰكِنَّهُ يَنْزِلُ الْخَنْدَقَ، وَعَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلاَئِكَةٌ يَحْرُسُونَهَا، فَأَوَّلُ مَنْ يَتْبَعُهُ النِّسَاءُ وَالْإِمَاءُ، فَيَذْهَبُ فَيَتْبَعُهُ النَّاسُ فَيَرُدُّونَهُ، فَيَرْجِعُ غَضْبَانَ حَتّٰى يَنْزِلَ الْخَنْدَقَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۔

''دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، البتہ وہ خندق میں داخل ہو جائے گا۔ مدینہ منورہ کے ہر راستے پر فرشتے اس کی حفاظت پر مامور ہوں گے۔ سب سے پہلے عورتیں اور لونڈیاں دجال کی پیروی کریں گی۔ دجال مدینہ منورہ کی طرف جائے گا اور لوگ اس کے پیچھے ہوں گے، لیکن فرشتے اسے روک دیں گے۔ وہ غصے سے واپس آکر خندق میں پڑاؤ ڈال لے گا۔ اسی وقت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اتریں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 5465، وسندهٗ حسنٌ)

19. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَمْكُثُ فِي النَّاسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً۔

''عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے اور لوگوں میں چالیس سال رہیں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني: 5464، وسندهٗ حسنٌ)

20. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَأَرْجُو إِنْ طَالَتْ بِي حَيَاةٌ أَنْ أُدْرِكَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنْ عَجِلَ بِي مَوْتٌ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ فَلْيُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلاَمَ ۔

''مجھے امید ہے کہ اگر میری زندگی لمبی ہوئی، تو میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ملاقات کروں گا۔ اگر مجھے جلد موت آ گئی، تو جو انہیں ملے، وہ میری طرف سے انہیں سلام پیش کرے۔''

(مسند الإمام أحمد: 298/2، وسندهٗ صحيحٌ)

21. سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ؛ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ ۔

''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ آگ کے عذاب سے بچائے گا، ایک گروہ جو غزوہ ہند میں شامل ہو گا اور ایک وہ گروہ جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہو گا۔''

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

(مسند الإمام أحمد : 278/5، سنن النّسائي : 3175، السنن الكبرى للبيهقي : 176177/7، وسندهٗ حسنٌ)

22. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدْلاً ۔

"آپ میں سے جو زندہ رہے گا، وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا کہ آپ مہدی اور حاکم عادل بن کر نازل ہوئے ہیں۔"

(مسند الإمام أحمد : 411/2، وسندهٗ حسنٌ)

اسلاف امت کی تصریحات

1. مشہور مفسر، امام حسین بن فضل بجلی رحمہ اللہ (۲۸۲ھ) سورت آل عمران (آیت نمبر ۴۶) کے تفسیر میں فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ نَصٌّ فِي أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سَيَنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ ۔

"اس آیت کریمہ میں نص ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عنقریب زمین پر نزول فرمائیں گے۔"

(تفسير الرازي : 220/8، اللبّاب في علوم الكتاب لابن عادل : 229/5)

2. امام، ابوالحسن، علی بن اسماعیل، اشعری رحمہ اللہ (324ھ) اہل سنت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يُصَدِّقُونَ بِخُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَأَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ يَقْتُلُهٗ۔

"اہل سنت دجال کے خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اسے قتل کرنے کی تصدیق کرتے ہیں۔"

(مَقالات الإسلاميّين واختلاف المُصَلّين : 324/1)

مزید لکھتے ہیں:

بِكُلِّ مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهِمْ نَقُولُ، وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ ۔

"اہل سنت کے جو اقوال ہم نے ذکر کیے ہیں، ہم بھی ان ہی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور یہی ہمارا مذہب ہے۔"

(مَقالات الإسلاميّين واختلاف المُصَلّين : 324/1)

3. علامہ خطیب ابو بکر بغدادی رحمہ اللہ (463ھ) فرماتے ہیں:

نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ، فَإِنَّ النَّسْخَ فِيهَا لَا يَجُوزُ ۔

"عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا اور اس طرح کے دوسرے اُمور میں نسخ جائز نہیں۔" (الفقيه والمتّفقة : 256/1)

4. علامہ، ابو مظفر، منصور بن محمد، سمعانی رحمہ اللہ (489ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ عَلَيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : رَأَيْتُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ (صحيح البخاري : 3440، صحيح مسلم : 169)، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ فِي الْأَحْيَاءِ .

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (خواب میں) مسیح ابن مریم علیہما السلام کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح بخاری: 3440، صحیح مسلم: 169) اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بات یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔"

(تفسير السّمعاني : 325/1)

5. قوام السنہ اصبہانی (535ھ) لکھتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ يُؤْمِنُونَ بِنُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، يَنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ ، وَيَدْفِنُهُ الْمُسْلِمُونَ ۔

"اہل سنت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ایمان لاتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور مسلمان آپ کو دفن کریں گے۔"

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة : 463/2)

6. علامہ ابو حیان، اندلسی رحمہ اللہ (745ھ) مفسر، ابو محمد، عبد الحق بن غالب، ابن عطیہ غرناطی رحمہ اللہ (542ھ) کی تفسیر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِيثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ أَنَّ عِيسٰى فِي السَّمَاءِ حَيٌّ، وَأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، فَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ، وَيَفِيضُ الْعَدْلُ، وَتَظْهَرُ بِهِ الْمِلَّةُ، مِلَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

''امت مسلمہ متواتر حدیث کے اس مفہوم پر متفق ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور قرب قیامت اتریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور دجال کو قتل کریں گے (ان کے زمانے میں) عدل عام ہو جائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب آ جائے گا۔''

(البَحر المُحيط في التّفسير : 173/3)

7. حافظ نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (544ھ) سے نقل کرتے ہیں:

نُزُولُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ حَقٌّ وَصَحِيحٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ لِلْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ فِي ذٰلِكَ وَلَيْسَ فِي الْعَقْلِ وَلَا فِي الشَّرْعِ مَا يُبْطِلُهُ فَوَجَبَ إِثْبَاتُهُ وَأَنْكَرَ ذٰلِكَ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَمَنْ وَافَقَهُمْ وَزَعَمُوا أَنَّ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ مَرْدُودَةٌ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ وَبِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَبِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ شَرِيعَتَهُ مُؤَبَّدَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا تُنْسَخُ وَهٰذَا اسْتِدْلَالٌ فَاسِدٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ الْمُرَادُ بِنُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ يَنْزِلُ نَبِيًّا بِشَرْعٍ يَنْسَخُ شَرْعَنَا وَلَا فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا فِي غَيْرِهَا شَيْءٌ مِنْ هٰذَا ۔

''اہل سنت والجماعت کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا اور دجال کو قتل کرنا برحق اور صحیح ہے، کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، عقل و شریعت میں اس کی نفی پر کوئی دلیل موجود نہیں، لہٰذا اس کا اثبات واجب ہے۔ بعض معتزلہ، جہمیہ اور ان کے ہم نواؤں نے اس کا انکار کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس بارے میں وارد ہونے والی احادیث ختم نبوت والی آیت کریمہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، امت مسلمہ کے ختم نبوت پر اجماع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے دائمی اور غیر منسوخ ہونے کے دلائل کی بنا پر ردّ کر دی جائیں گی، لیکن یہ استدلال غلط ہے، کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد یہ نہیں کہ وہ ایسے نبی بن کر نازل ہوں گے، جن کی شریعت ہماری شریعت کو منسوخ کر دے گی، ایسی کوئی بات نہ نزول عیسیٰ علیہ السلام والی احادیث میں مذکور ہے، نہ دیگر احادیث میں۔''

(شرح النّووي : 75/18، إكمال المُعلم بفوائد مسلم للقاضي عياض : 492/8)

نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نُزُولُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَتْلُهُ الدَّجَّالَ حَقٌّ وَصَحِيحٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ لِلْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ فِي ذٰلِكَ وَلَيْسَ فِي الْعَقْلِ وَالشَّرْعِ مَا يُبْطِلُهُ، فَوَجَبَ إِثْبَاتُهُ ۔

”سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور ان کا دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق ہے اور صحیح ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں احادیثِ صحیحہ وارد ہوئی ہیں، جبکہ عقلی و شرعی اعتبار سے ایسی کوئی دلیل نہیں، جو اس عقیدے کو باطل قرار دے، لہٰذا اس کا اثبات واجب اور ضروری ہے۔“

(شرح صحیح مسلم للنّووي : 403/2)

8. علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَضَمَّنَتْ تِلْكَ الْأَحَادِيثُ الْمُتَقَدِّمَةُ أَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾، وَالْأَحَادِيثُ الْكَثِيرَةُ الصَّحِيحَةُ الْمُنْتَشِرَةُ، وَلَيْسَ فِي الْعَقْلِ مَا يُحِيلُ ذٰلِكَ وَلَا يَرُدُّهُ، فَيَجِبُ الْإِيمَانُ بِهٖ وَالتَّصْدِيقُ بِكُلِّ ذٰلِكَ، وَلَا يُبَالٰى بِمَنْ خَالَفَ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ، وَلَا حُجَّةَ لَهُمْ فِي اعْتِمَادِهِمْ فِي نَفْيِ ذٰلِكَ عَلَى التَّمَسُّكِ بِقَوْلِهٖ : ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ وَبِمَا وَرَدَ فِي السُّنَّةِ مِنْ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَلَا رَسُولَ، وَلَا بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَا عَلٰى أَنَّ شَرْعَنَا لَا يُنْسَخُ، وَهٰذَا ثَابِتٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؛ لِأَنَّا نَقُولُ بِمُوجِبِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؛ لِأَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا يَنْزِلُ لِقَتْلِ الدَّجَّالِ، وَلِإِحْيَاءِ شَرِيعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِيَعْمَلَ بِأَحْكَامِهَا، وَلِيُقِيمَ الْعَدْلَ عَلٰى مُقْتَضَاهَا، وَلِيَقْهَرَ الْكُفَّارَ، وَلِيُظْهِرَ لِلنَّصَارٰى ضَلَالَتَهُمْ، وَيَتَبَرَّأَ مِنْ إِفْكِهِمْ، فَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَأْتَمَّ بِإِمَامِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔

”مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ (قرب قیامت) عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے، یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ اس کی دلیل فرمان باری تعالیٰ: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ﴾ ”بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اُٹھالیا۔“ اور کئی صحیح احادیث ہیں۔ یہ عقلی طور پر بھی محال نہیں ہے اور نہ عقل اسے رد کرتی ہے، لہٰذا اس پر ایمان لانا اور ان تمام اُمور کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں اہل بدعت کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی نفی پر ان کا آیت مبارکہ: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ ”(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔“، اسی طرح حدیث مبارک: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔“ اور اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع، نیز اس پر اجماع کہ ہمارے شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی، سے استدلال درست نہیں۔ یہ تو قیامت تک ثابت شدہ اُمور ہیں، ہم بھی اس کا عقیدہ رکھتے ہیں، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مقصد یہ ہو گا کہ آپ علیہ السلام دجال کو قتل کریں، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا احیا کریں، احکام شریعت پر عمل کریں، شریعت محمدیہ کے مطابق عدل قائم کریں، کفار پر غلبہ پائیں، عیسائیوں پر ان کی گمراہیاں عیاں کریں اور ان کی بہتان بازیوں سے اعلان برأت کریں۔ پس آپ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور امت محمدیہ کے امام (مہدی) کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔“ (المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم : 292/7)

9. مشہور نحوی اور مفسر ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ (745ھ) کہتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى مَا تَضَمَّنَهُ الْحَدِيثُ الْمُتَوَاتِرُ مِنْ أَنَّ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي السَّمَاءِ حَيٌّ وَأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ ۔

"متواتر حدیث کی رو سے امت کا اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔"

(البَحر المُحيط : 473/2)

10. حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ الْمَقْصُودُ مِنْ سِيَاقِ الْآيِ فِي تَقْرِيرِ بُطْلَانِ مَا ادَّعَتْهُ الْيَهُودُ مِنْ قَتْلِ عِيسَى وَصَلْبِهِ، وَتَسْلِيمِ مَنْ سَلَّمَ لَهُمْ مِنَ النَّصَارَى الْجَهَلَةِ ذٰلِكَ ، فَأَخْبَرَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ ، وَإِنَّمَا شُبِّهَ لَهُمْ فَقَتَلُوا الشَّبِيهَ وَهُمْ لَا يَتَبَيَّنُونَ ذٰلِكَ ، ثُمَّ إِنَّهُ رَفَعَهُ إِلَيْهِ، وَإِنَّهُ بَاقٍ حَيٌّ ، وَإِنَّهُ سَيَنْزِلُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ۔

کیونکہ یہودیوں کے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سولی دینے کے دعوے اور بعض جاہل عیسائیوں کے اس کو مان لینے کے رد میں نازل ہونے والی آیات کے سیاق سے یہی مراد ہے، پھر اللہ نے خبر دی ہے کہ معاملہ ایسے نہیں تھا، ان پر تو معاملہ تشابہ کر دیا گیا تھا، چنانچہ انہوں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے) ہم شکل آدمی کو بغیر تحقیق کے قتل کر دیا، پھر آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا، آپ زندہ باقی ہیں، عنقریب قیامت سے قبل آپ آسمانوں سے نازل ہوں گے، جیسا کہ متواتر احادیث بتاتی ہیں۔" (تفسير ابن كثير : 454/2)

11. حافظ عبد الرحمن بن احمد، ابن رجب رحمہ اللہ (795ھ) فرماتے ہیں:

بِالشَّامِ يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَهُوَ الْمُبَشِّرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَحْكُمُ بِهِ وَلَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ غَيْرَ دِينِهِ فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُصَلِّي خَلْفَ إِمَامِ الْمُسْلِمِينَ وَيَقُولُ : إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ أَئِمَّةُ بَعْضِهِمْ ۔

"قرب قیامت شام میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان ہی کے نزول کی خوشخبری دی گئی ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہی فیصلے کریں گے، کسی سے اسلام کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مسلمانوں کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے اور فرمائیں گے: اس امت کے بعض افراد ہی ان کے امام ہیں۔"

(لَطائف المَعارف، ص 90)

12. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) فرماتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

إِنَّ عِيسٰى قَدْ رُفِعَ، وَهُوَ حَيٌّ عَلَى الصَّحِيحِ .

"صحیح قول کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا گیا تھا۔" (فتح الباري : 375/6)

نیز لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : الْحِكْمَةُ فِي نُزُولِ عِيسٰى دُونَ غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الرَّدُّ عَلَى الْيَهُودِ فِي زَعْمِهِمْ أَنَّهُمْ قَتَلُوهُ فَبَيَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَذِبَهُمْ وَأَنَّهُ الَّذِي يَقْتُلُهُمْ ، أَوْ نُزُولُهُ لِدُنُوِّ أَجَلِهِ لِيُدْفَنَ فِي الْأَرْضِ لأَنَّهُ جَعَلَ لَهُ أَجَلاً إِذَا جَاءَ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ لَا يَنْبَغِي لِمَخْلُوقٍ مِنْ تُرَابٍ أَنْ يَمُوتَ فِي السَّمَاءِ وَيُوَافِقُ خُرُوجَ الدَّجَّالِ فَيَقْتُلُهُ لاَ أَنَّهُ يَنْزِلُ لَهُ قَصْدًا ۔

"علما کہتے ہیں کہ صرف عیسیٰ علیہ السلام اس لئے نازل ہوں گے، تاکہ یہود کا زعم ختم کیا جاسکے، جو انہوں نے اپنے تئیں یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا، تو اللہ ان کا جھوٹ واضح کر دیں گے، عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور یہود کو قتل کر دیں گے اور وہ اس لئے بھی نازل ہوں گے تاکہ ان کو موت آسکے، جب وہ آئیں گے، تو وفات پائیں گے کہ مٹی کی مخلوق آسمان میں مر نہیں سکتی اور جب وہ نازل ہوں گے تب دجال بھی موجود ہو گا، سو اس کو قتل کر دیں گے، یہ نہیں ہے کہ وہ نازل ہی دجال کو قتل کرنے کے لئے ہوں گے۔"

(فتح الباري : 493/6، فيض القدير للمناوي : 464/6)

13. علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (855ھ) لکھتے ہیں:

لاَ شَكَّ أَنَّ عِيسٰى فِي السَّمَاءِ ، وَهُوَ حَيٌّ ، وَيَفْعَلُ اللّٰهُ فِي خَلْقِهِ مَا يَشَاءُ ۔

"اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں اور زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔"

(عمدة القاري : 160/24)

14. حافظ سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا نَفْيُ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَوْ نَفْيُ النُّبُوَّةِ عَنْهُ ، وَكِلاَهُمَا كُفْرٌ ۔

"عیسیٰ علیہ السلام کے (آسمان سے) نازل ہونے یا ان کی نبوت کی نفی، یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔" (الحاوي للفتاوي : 166/2)

15. علامہ مناوی رحمہ اللہ (1031ھ) لکھتے ہیں:

"مطامح میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر امت کا اجماع نقل کیا گیا ہے اور ابن حزم رحمہ اللہ پر رد کیا گیا ہے کہ انہوں نے مراتب الاجماع میں قیامت سے قبل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اختلاف نقل کیا ہے۔ تو صاحب مطامح کا کہنا ہے کہ ابن حزم کی یہ نقل مضطرب ہے، اہل شریعت میں سے کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی، اس کا انکار تو فلسفیوں اور ملحدین نے کیا ہے۔" (فیض القدیر: 5/399)

مزید لکھتے ہیں:

أَمَّا عِيسٰى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ؛ فَقَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى نُزُولِهِ نَبِيًّا، لٰكِنَّهُ بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ .

"سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بحیثیت نبی نازل ہونے پر سارے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ البتہ آپ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ تشریف لائیں گے۔"

(فیض القدیر: 341/2)

16. علامہ، ابو عون، محمد بن احمد، سفارینی رحمہ اللہ (1188ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى نُزُولِهِ وَلَمْ يُخَالِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّرِيعَةِ، وَإِنَّمَا أَنْكَرَ ذٰلِكَ الْفَلَاسِفَةُ وَالْمَلَاحِدَةُ مِمَّنْ لَا يُعْتَدُّ بِخِلَافِهِ، وَقَدِ انْعَقَدَ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ عَلٰى أَنَّهُ يَنْزِلُ وَيَحْكُمُ بِهٰذِهِ الشَّرِيعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَلَيْسَ يَنْزِلُ بِشَرِيعَةٍ مُّسْتَقِلَّةٍ عِنْدَ نُزُولِهِ مِنَ السَّمَاءِ وَإِنْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ قَائِمَةً بِهِ وَهُوَ مُتَّصِفٌ بِهَا۔

"امت مسلمہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اجماع کر چکی ہے، اہل شریعت میں سے کسی نے بھی اس امر کا انکار نہیں کیا۔ اس کا انکار صرف ایسے فلسفی اور بے دین لوگوں نے کیا ہے، جن کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس بات پر بھی امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اترنے کے بعد شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اور آسمان سے کوئی مستقل شریعت لے کر نہیں آئیں گے، اگرچہ انہیں پہلے نبوت مل چکی ہے اور وہ اس صفت سے متصف ہو چکے ہیں۔" (لوامع الأنوار البهيّة: 1/94۔95)

17. علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَيْهِ وَاشْتَهَرَتْ فِيهِ الْأَخْبَارُ وَلَعَلَّهَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَنَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ عَلٰى قَوْلٍ وَوَجَبَ الْإِيمَانُ بِهِ وَأُكْفِرَ مُنْكِرُهُ كَالْفَلَاسِفَةِ مِنْ نُزُولِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ آخِرَ الزَّمَانِ لِأَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ تَحَلِّي نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنُّبُوَّةِ فِي هٰذِهِ النَّشْأَةِ... ثُمَّ إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ يَنْزِلُ بَاقٍ عَلٰى نُبُوَّتِهِ السَّابِقَةِ لَمْ يُعْزَلْ عَنْهَا قَالَ لٰكِنَّهُ لَا يَتَعَبَّدُ بِهَا لِنَسْخِهَا فِي حَقِّهِ وَحَقِّ غَيْرِهِ وَتَكْلِيفِهِ بِأَحْكَامِ هٰذِهِ الشَّرِيعَةِ أَصْلًا وَفَرْعًا۔

''نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اُمت کا اجماع ہے، اس بارے میں احادیث مشہور ہیں، جو شاید متواتر معنوی کے درجہ تک پہنچتی ہیں، بعض نے تو کہا ہے کہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اس پر ایمان واجب ہے، اس کا منکر کافر ہے، جیسا کہ فلاسفہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نزول فرمائیں گے، کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے نبی تھے۔... پھر عیسیٰ علیہ السلام جب (قرب قیامت) نزول فرمائیں گے، تو وہ اپنی سابقہ نبوت پر باقی ہوں گے، نبوت کا اعزاز ان سے جدا نہیں ہو گا، البتہ وہ اپنی شریعت کے مطابق عبادت نہیں کریں گے، کیونکہ ان کی شریعت خود ان کے حق میں بھی منسوخ ہے اور دوسروں کے حق میں بھی، نیز وہ تمام اُصول و فروع میں شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مکلف ہوں گے۔''
(تفسير الآلوسي : 213/11)

18. محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ (1345ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ ذَكَرُوا أَنَّ نُزُولَ سَيِّدِنَا عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِي الْمَهْدِي الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَةٌ وَكَذَا الْوَارِدَةُ فِي الدَّجَّالِ وَفِي نُزُولِ سَيِّدِنَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ۔

''علمائے اسلام نے ذکر کیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، خلاصہ کلام یہ کہ مہدی منتظر، خروجِ دجال اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث متواتر ہیں۔''

(نَظم المُتَناثر من الحديث المتواتِر ص 147)

انکار نزول کی بدعت اور اس سے متعلقہ مباحث

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار ایک بدعت ہے، کیونکہ سلف میں اس کے انکار کی کوئی مثال نہیں ملتی، اس فکر کے سوتے انکار حدیث اور تخفیف حدیث کے مباحث سے پھوٹے ہیں، پھر برصغیر کے ایک کذاب متنبی نے اس فکر کو آگے پھیلانا شروع کر دیا، درحقیقت ان لوگوں کے بنیادی اصولوں ہی میں کافی سارا جھول واقع ہوا ہے اور فروعات میں آ کر تو دلیل نامی کوئی چیز ان کے پاس باقی رہ ہی نہیں جاتی، اسی لئے وہ لوگ صحیح تر احادیث کو ٹھکرانے کے لئے موضوع سے غیر متعلقہ مباحث چھیڑ دیتے ہیں، بسا اوقات مہمل کلام کو دلیل قرار دیتے ہیں یا ضعاف اور موضوع روایات سے استدلال کرتے ہیں، انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام کی فکر کو بھی ایسے ہی کمزور، بلکہ بے زور دلائل کا سہارا دینے کی کوشش کی جاتی ہے، ذیل میں ہم انہی دلائل اور مباحث کا عقلی و منطقی تجزیہ پیش کریں گے، ان شاء اللہ!

وفات عیسیٰ علیہ السلام

انکار نزول کے جال میں سب سے پہلے وفات عیسیٰ علیہ السلام کا دھاگہ پرویا جاتا ہے، وہ لوگ یہ استدلال لیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام چونکہ وفات پاچکے ہیں اور جو وفات پاچکا ہو، اس کا دنیا میں واپس آجانا ممکن نہیں رہتا، فلہذا آپ کے نزول کی روایات ضعیف اور کمزور ہیں۔

حالانکہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کا نظریہ خود خطا پر مبنی ہے، کجا اس کو کسی دوسرے نظریے کے لیے سیڑھی بنایا جائے، اہل سنت کے عقیدے کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرب قیامت بعد از نزول ہو گی اور منکرین نزول کا کہنا ہے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔

قائلین وفات کے زیادہ تر دلائل موت کے مطلق قانون کے گرد گھومتے ہیں، جبکہ اہل سنت کبھی بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے منکر نہیں رہے کہ ان کو اس قسم کے دلائل دیئے جائیں، وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کی لمبی زندگی کے قائل ہیں کہ وہ اپنی زندگی گزار لینے کے بعد وفات پائیں گے، ابھی زندہ ہی ہیں۔ منطقی طور پر اہل سنت کے اس اجماعی نظریے کو ٹھکرانے کے لئے چار قسم کے دلائل کار آمد ہو سکتے ہیں۔

1. سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر صحیح وصریح نصوص فراہم کی جائیں، جن کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام فلاں سن میں یا فلاں جگہ پر وفات پاچکے ہیں اور اس کا سوائے اس کے کوئی معنی نہ ہو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو موت آچکی ہے۔

2. یا پھر ایسی نصوص پیش کی جائیں، جن کا مفہوم یہ ہو کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو لمبی زندگی نہیں دی اور نہ دے گا یا لمبی زندگی کا مل جانا یا آسمانوں پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔

3. یا ایسے دلائل فراہم کئے جائیں، جن کے مطابق جو شخص ایک بار پر آسمان پر چلا جائے، پھر وہاں سے واپس نہ آسکتا ہو۔

4. یہ بھی ثابت کیا جائے کہ ایک عمومی قاعدے سے کسی شخص کا استثنا ممکن ہی نہیں ہے، مثلاً عمومی قاعدہ ایک صدی تک زندگی کا ہے، لیکن کیا کوئی شخص تین صدیاں بھی زندہ نہیں رہ سکتا؟ نو صدیاں بھی زندہ نہیں رہ سکتا؟ اگر نہیں رہ سکتا، تو دلیل فراہم کی جائے، اگر نہیں رہ سکتا، تو پھر عمومی دلائل دینے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

قائلین وفات اگر مذکورہ چار قسم کے دلائل فراہم کر سکیں، تو فبہا و نعمت، تب پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر بحث کو ایک علمی رنگ دیا جا سکے گا، لیکن یہاں پر ایسی دلیل سرے سے موجود ہی نہیں، قائلین وفات کے دلائل بالکل ذو معنی کلام پر کھڑے ہیں۔

اس کی مثالیں ملاحظہ کیجئے!

1. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (الأنبياء : 34)

''آپ سے پہلے بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا، اگر آپ فوت ہو جائیں تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟''

اب اس مثال میں غور و فکر کیجیے، دور تک ایسی دلیل نظر نہیں آئے گی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، اس میں ہیشگی کی نفی ہے اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی بھی ذات ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، لیکن ہمیشہ رہنے اور لمبا عرصہ تک رہنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، مخلوقات کا ہمیشہ رہنا ناممکن اور لمبے عرصے تک رہنا ممکن ہے، عیسیٰ علیہ السلام واپس آنے کے بعد فوت ہوں گے، ان کا جنازہ ہو گا، مسلمان ان کی تدفین کریں گے، ہمیشہ نہیں رہیں گے اور نہ یہ ان کے لائق ہے۔

2. قرآن مجید کی اس آیت کو بھی بہ طور دلیل وفات پیش کیا جاتا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران : 144)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہیں، آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے۔''

حالانکہ ''خلا'' ذو معنی لفظ ہے، اس کا معنی موت تو سرے سے ہے ہی نہیں، اس کا معنی ہو چکنا ہے، یعنی فلاں کام ہو چکا ہے، فلاں شخص گزر چکا ہے، فلاں بادشاہ ہو چکا ہے، پاکستان میں مشرف صدر رہ چکا ہے۔

☆ علامہ راغب اصفہانی ''خلا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَسَّرَ أَهْلُ اللُّغَةِ: خَلَا الزَّمَانُ بِقَوْلِهِمْ: مَضَى الزَّمَانُ وَذَهَبَ۔

''اہل لغت نے خَلَا الزَّمَانُ کا معنی یوں کیا ہے کہ زمانہ گزر گیا اور چلا گیا۔'' (المُفردات في غريب القرآن، ص 297)

لہٰذا یہ معنی خطا ہوا، اس پر دلیل کی عمارت کھڑی کیوں کر ہو سکتی ہے، لیکن بالفرض والمحال اگر یہ معنی صحیح ثابت ہو پاتا، تب بھی استثنا کا قانون بہر حال ہر عمومی قاعدے میں موجود ہے، قرآن کریم میں ہے کہ

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (الدهر : 2)

''ہم نے انسان کو ملے جلے قطروں سے پیدا کیا اور اسے سمیع و بصیر بنایا۔''

لیکن آدم علیہ السلام اور خود عیسیٰ علیہ السلام اس عمومی قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، ان کی پیدائش آیت میں مذکور طریقے سے نہیں ہوئی، پھر اسی آیت میں ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا، لیکن کئی انسان اندھے اور بہرے بھی ہوتے ہیں، تو وہ لوگ اس کلی قاعدے سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس آیت کا معنی یوں کیا جاتا کہ ''آپ سے پہلے رسول وفات پا چکے ہیں۔'' تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ان سے استثنا تسلیم کیا جاتا، جبکہ ''خلا'' تو سرے سے یہ معنی ہی نہیں دیتا۔

3. تیسری مثال اس پر مذکورہ ذیل آیت سے لی جانے والی دلیل ہے، قرآن کریم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ذکر کرتا ہے، وہ روز قیامت اللہ سے عرض کریں گے:

﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

(المائدة: 117)

''میں جب تک ان میں رہا، ان کے اعمال کا گواہ رہا، جب تو نے مجھے اپنی طرف اٹھا لیا، تو پھر تو ہی ان کا نگہبان رہا، (کیونکہ) تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔''

اس آیت اور اس سے ملتی جلتی دیگر آیات میں ''یُوَفّٰی'' کا معنی موت کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کا معنی ''موت'' نہیں، بلکہ اس کا معنی ''اٹھایا جانا'' ہوتا ہے، البتہ یہ لفظ مجازاً موت کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ جس کلام میں دو معانی موجود ہوں، اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لئے دلیل یا کسی صریح قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس آیت کا معنی ''وفات پا چکنا'' کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں، البتہ قرآن وحدیث، اجماع امت اور علمائے دین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا ہے، قرب قیامت آپ کا آسمان سے نزول ہوگا۔

☆ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

الصَّحِيحُ عِنْدِي فِي ذٰلِكَ قَوْلُ مَنْ قَالَ ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ قَابِضُكَ مِنَ الْأَرْضِ لِمَا صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نُزُولِهِ۔

''میرے نزدیک اس بارے میں ان اہل علم کی بات صحیح ہے، جو کہتے ہیں کہ ''متوفی'' کا معنی زمین سے اٹھانا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت موجود ہے۔''

(التّمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: 203/14)

4. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾(البقرۃ: 36)

"زمین میں تمہارا ٹھکانہ ہے اور تم ایک وقت تک اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔"

اس آیت سے استدلال لینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کا مستقر تو زمین ہے، وہ آسمان میں کیسے چلا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمومی مستقر یقیناً زمین ہی ہے، لیکن قرآن وسنت، اجماع امت اور فطرت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں، جس کے مطابق کوئی انسان آسمان پر جا ہی نہ سکتا ہو، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروایا گیا، اسی طرح آسمان کی مخلوق زمین پر بھی آسکتی ہے، بلکہ آجاتی ہے، کتنے فرشتے زمین پر آتے رہے اور اب بھی آتے ہیں، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھالئے گئے۔

آپ نے زمین پر اپنی زندگی کے کچھ ایام گزار لئے، کچھ واپسی پر گزار لیں گے اور اپنی طبعی وفات پائیں گے، زمین ان کا مدفن ہو گی۔

دوسری بات یہ کہ عموم کبھی بھی دلیل نہیں بنا کرتا، ہر جگہ استثنا موجود ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ موجود ہوتا کہ کوئی انسان آسمان پر نہیں جاسکتا، تب بھی اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا تھا، مگر یہاں تو ایسا کوئی قاعدہ ہی موجود نہیں۔

5. مولائے کریم کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾(النّحل: 2021)

"لوگ اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہیں، وہ تو کوئی چیز تخلیق تک نہیں کر سکتے اور وہ خود ایک مخلوق ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں، حتی کہ شعور تک نہیں رکھتے کہ ان کو کہاں اٹھایا جائے گا۔"

یہ آیت بھی منحرفین کا استدلال ہے، اس کے مطابق اللہ کریم نے اپنے سوا تمام معبودوں کو مردہ قرار دیا ہے، اس نے فرمایا ہے کہ جن کو تم پوجتے ہو، وہ مر چکے ہیں اور عیسائی چونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں، لہٰذا وہ بھی مر چکے ہیں۔

اس آیت کا پس منظر دیکھئے، تو منحرفین کا استدلال آپ ہی آپ ہوا ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں، مشرکین مکہ سے کہا جارہا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ مر چکے، مشرکین مکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تو نہیں پوجتے تھے، ان کے معبود واقعی مرے ہوئے تھے اور اللہ یہی فرمارہے ہیں کہ مرے ہوؤں کو کیوں پوجتے ہو، جو شعور تک نہیں رکھتے، اگر اس آیت کو عام لیا جائے، تو بھی عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے، یعنی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، تمہارے تمام معبود مر چکے ہیں۔

6. فرمان باری تعالیٰ ہے:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ (النّساء : 78)

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تم کو آجائے گی، بھلے تم مضبوط قلعوں میں چھپ جاؤ۔''

اس آیت میں تمام انسانوں کی موت کی خبر دی گئی ہے اور قائلین وفات نے اپنی عادت کے عین موافق اس سے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام کشید کر لی ہے، اس آیت کا مفہوم صاف ہے، ہر انسان کی موت کی خبر دی گئی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے سے کوئی انکار نہیں کرتا، اہل اسلام کا مقدمہ یہ ہے کہ ابھی تک وہ فوت نہیں ہوئے، یہ مقدمہ بالکل نہیں کہ وہ فوت ہوں گے ہی نہیں، اس بات کو سمجھ لینا چاہئے، وہ فوت ہوں گے، مگر آسمان سے نزول کے بعد، زمین ان کا مدفن ہو گی، یہی معنی اس آیت کا ہے کہ جہاں کہیں بھی چلے جاؤ، موت ضرور آئے گی۔

7. فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ ۔ (الرّوم : 40)

''اللہ نے تمہیں تخلیق کیا، پھر رزق دیا، پھر تمہیں مار دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔''

اس آیت کا بھی وہی مضمون ہے، جو پچھلی آیت میں بیان ہو چکا ہے اور یقیناً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ نے پیدا کیا، اللہ نے ان کو رزق دیا، اللہ ہی ان کو فوت کر دے گا، لیکن ابھی وہ فوت نہیں ہوئے۔ ہو بہو اس آیت کا وہی مطلب ہے، جو ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ کا ہے، یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نازل ہوئی اور اس میں آپ کو میت کہا گیا، حالانکہ آپ زندہ تھے، معنی یہ تھا کہ آپ پر موت آنے والی ہے اور ہر ذی روح کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، مگر ابھی ان کی زندگی باقی ہے، اپنی زندگی کے دن پورے کر کے ہی فوت ہوں گے۔

8. اللہ کریم فرماتے ہیں کہ فوت ہو جانے والے شخص کو فرشتے کہیں گے:

﴿يَآأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي. وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ (الفجر : 2730)

''اے مطمئن انسان! اپنے رب کے پاس لوٹ آ، وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے، میرے بندوں میں داخل ہو جا، میری جنت میں داخل ہو جا۔''

اس آیت سے قائلین وفات یہ دلیل کشید کرتے ہیں کہ جب تک انسان فوت نہیں ہو جاتا، گزشتہ لوگوں کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا، معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انبیا سے ملاقات کی، ان میں عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، تبھی تو گزشتہ لوگوں میں شامل ہوئے۔

کس قدر بودا استدلال ہے کہ جب تک انسان فوت نہ ہو جائے، گزشتہ لوگوں کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا، جبکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنی زندگی میں پہلے انبیا سے ملاقات کی، تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو چکے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معراج کے بعد بھی ایک لمبا عرصہ تک زندہ رہے، لہٰذا یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ پہلے فوت شدہ لوگوں سے ملنے کے لئے ایک نبی کا فوت ہونا ضروری ہے، واقعہ معراج اس نظریے کا رد کرتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے وفات پا جانے والے انبیا سے ملاقات ہو سکتی ہے، تو آسمان پر موجود زندہ نبی سے تو بالاولی ہو سکتی ہے۔

معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ آسمانوں پر گئے، منکرین نزول اور قائلین وفات کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج تک کا منکر رہے، لیکن اس آیت میں وہ معراج میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو تسلیم کر کے، اس کو حقیقت مان رہا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول ان کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی ہی نہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات چہ معنی؟ اور ان کا سابقہ لوگوں میں وجود کس بنا پر ثابت ہوا؟ یہ تو منطقی جھول ہے یا معراج کو بھی ماننا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے، یہ لوگ کل کو یہ بھی کہنا شروع کر دیں گے کہ اس وقت پیغمبر اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے، ورنہ ایک زندہ نبی جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ جنت میں داخلہ کے لئے موت ضروری ہے۔

9. سورت رحمن میں ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ (الرحمٰن: 26)

''اس (زمین) پر موجود ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔''

اس آیت میں بھی صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ ہر ذی روح کو فنا ہے اور یقیناً ہر چیز کو فنا ہے، مسلمان کسی کو فنا سے مبرا نہیں سمجھتے، ہر ایک کو اس کے وقت مقرر پر موت آ جائے گی، عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، قیامت کے قریب فوت ہوں گے، بقا کسی کو بھی نہیں ہے۔

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (البقرۃ: 134)

''یہ امت تو گزر چکی ہے، جو انہوں نے کمایا، وہ اُن کے اعمال ہیں اور جو تم نے کمایا، وہ تمہارے اعمال ہیں اور تم سے ان کے اعمال بارے سوال نہ ہو گا۔''

قَدْ خَلَتْ کا معنی قَدْ تَقَدَّمَتْ ہے، یعنی جس طرح یہ امت ہے، اسی طرح اس سے پہلے بھی امتیں ہو گزری ہیں، اس سے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو استثنا حاصل ہے۔ یہاں بات تو امتوں کی ہو رہی ہے، اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں۔ قرآن مجید، متواتر احادیث اور فہم امت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا

ہے، قیامت کے قریب آپ کا نزول ہو گا، دجال کو قتل کریں گے، یہودیوں پر غلبہ پائیں گے، پھر آپ پر موت آئے گی، مسلمان آپ پر جنازہ پڑھیں گے۔

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ (المائدۃ: 75)

”مسیح ابن مریم (علیہما السلام) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں، ان کی ماں سچی (عورت) ہیں، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔“
اس آیت کی تفہیم میں یہ کہنا کہ جب وہ دونوں زندہ تھے، تو کھانا کھایا کرتے تھے، اب اگر آسمانوں پر ہیں، تو کھائے بغیر زندہ کیسے رہ رہے ہیں؟ یہ قرآن کریم کی تحریف ہے، صحیح احادیث اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ اس قسم کے اعتراضات کی علم وعقل میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اگر تو آپ یہ کہیں کہ اللہ کسی کو کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رکھ سکتا، تب پھر اس پر اعتراض رکھیں، وگرنہ تو وہ مالک یہ قدرت رکھتا ہے کہ اپنے ولیوں کو تین سو سال تک سلائے رکھے، ان کو جاگ نہ آئے، وہ دنیوی زندگی ہی میں بغیر کھائے پئے زندہ رہ لیں، اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں بالتفصیل موجود

ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، یہ خبر ہم کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی ہے، اب کیسے زندہ ہیں؟ کھاتے پیتے ہیں یا نہیں کھاتے پیتے، تو یہ فضول اعتراض ہے، بلکہ یہ اعتراض اللہ ورسول پر ہے۔

دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا معجزہ ہے اور معجزے کا عقل میں آنا بالکل بھی ضروری نہیں، اس پر ایمان واجب ہے، امت محمدیہ میں آپ کا نزول بھی آپ کی عزت وتکریم ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کئی حوالے سے اللہ کی نشانی ہیں اور آپ کئی انسانوں کے لئے آزمائش بھی ہیں، کتنوں نے آپ سے دشمنی کما رکھی ہے، جیسا کہ یہود نے آپ کی والدہ پر اتہام رکھے، نصاریٰ نے الٰہ اور اللہ کا بیٹا قرار دیا اور کتنوں نے آپ کے متعلق یہ عقیدہ بنالیا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں، دوبارہ نازل نہیں ہوں گے، وغیرہ وغیرہ،

☆ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ﴾ (الصفّ: 14)

”ہم نے مؤمنین کی دشمنوں کے خلاف مدد کی، تو مؤمن غالب آ گئے۔“

اہل ایمان عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ہیں، جو کچھ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے آپ کے متعلق ثابت ہے، اسے جزو ایمان سمجھتے ہیں، اور آخری زمانہ میں آپ کی معیت میں یہود سے قتال کریں گے، آپ کے دشمنوں پر ہر اعتبار سے غالب آجائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل کرتے ہیں:

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم: 33)

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

☆امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَهُ عَجَائِبُ۔ ''اس کی کچھ روایات عجائب (منکر) ہیں۔'' (التّاريخ الكبير : 138/1)

اس روایت پر بھی متابعت نہیں ہوئی، اس کی بعض منکر روایات بھی ہیں۔

☆امام مسلم رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ (الكُنىٰ : 487/1)

☆حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔ (مَجمع الزوائد : 23/9)

☆حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''غریب'' کہا ہے۔ (البداية والنّهاية : 516/2)

نیز اس کے متن میں واضح نکارت ہے۔

☆سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ أَنْ يَرٰى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِمَامًا حَكَمًا، فَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ، وَيُكْسَرُ الصَّلِيبُ، وَيُقْتَلُ الْخِنْزِيرُ، وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا۔

''تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا، وہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو امام و حاکم دیکھے گا، (اس وقت) جزیہ ختم کر دیا جائے گا، صلیب توڑ دی جائے گی، خنزیر کو قتل کیا جائے گا اور جنگ ہمیشہ کے لیے موقوف ہو جائے گی۔''

(المُعجم الأوسط : 1309، المُعجم الصّغير للطّبراني : 84، وسندهٗ حسنٌ)

قبر عیسیٰ علیہ السلام

چونکہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کی بحث چل رہی ہے، تو مناسب سمجھا کہ یہیں پر آپ کی قبر کے متعلق تفصیل بیان کر دی جائے، یہاں دو قسم کے نظریات کا ابطال مقصود ہے، بعض علما نے ضعیف احادیث کی بنا پر یہ خیال کر لیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب واپس آئیں گے، تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا اور منکرین نزول کا ماننا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر اس دنیا میں موجود ہے، یہاں ہر دو قسم کے دلائل کا تجزیہ کیا جائے گا، ان شاء اللہ!

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

1. سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ، وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي، فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔

''عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زمین کی طرف نازل ہوں گے، شادی کریں گے اور آپ کے ہاں اولاد پیدا ہو گی، پینتالیس برس رکیں گے، پھر وفات پا جائیں گے، ان کو میرے ساتھ دفن کر دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن میں اور عیسیٰ علیہ السلام ابو بکر و عمر کے درمیان اکٹھے اٹھیں گے۔''

(المُنتظم في تاريخ الأمم لابن الجوزي : 39/2)

سند ضعیف ہے، عبد الرحمن بن زیاد بن انعم افریقی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز مدلس بھی ہے۔

2. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرَى أَنْ أَعِيشَ مِنْ بَعْدِكَ فَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُدْفَنَ إِلَى جَنْبِكَ فَقَالَ: وَأَنَّى لِي بِذَلِكَ الْمَوْضِعِ مَا فِيهِ إِلَّا مَوْضِعُ قَبْرِي وَقَبْرِ أَبِي بَكْرٍ وَقَبْرِ عُمَرَ وَقَبْرِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ۔

''اللہ کے رسول! میں آپ کے بعد بھی زندہ رہوں گی، آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میرا مدفن آپ کے ساتھ ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ میری، ابو بکر و عمر کی اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے علاوہ کوئی قبر نہیں ہو گی۔''

(تاريخ ابن عساكر : 523/47، التّكملة لكتاب الصّلة لابن الأبار : 35)

سند سخت ضعیف ہے؛

1. طلحہ بن شعیب کو امام دارقطنی نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البرقاني : 216)

2. محمد بن عبد اللہ بن عمر العمری ضعیف و مجروح ہے۔

☆ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

لَا يَجُوزُ الِاحْتِجَاجُ بِهِ بِحَالٍ۔

''اس سے کسی بھی صورت حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(كتاب المجروحين : 978)

مزید جروح کے لیے لسان المیزان (5/237) ملاحظہ ہو۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ۔ ''اس کی سند ثابت نہیں ہے۔''

(البداية والنهاية : 527/2)

3. سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ۔

''تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی گئی ہے، اس میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔''

(سنن الترمذي : 3617، معجم الطبراني الكبير : 15967، تاريخ البخاري الكبير : 263/1)

اس قول کی سند بھی ضعیف ہے:

1. عثمان بن ضحاک مدینی مجہول الحال ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (7/192) کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔

(ذيل ديوان الضعفاء : 261)

2 محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام بھی مجہول الحال ہے، سوائے امام ابن حبان رحمہ اللہ (5/368) کے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔

☆ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ۔ "اس کی متابعت نہیں کی گئی۔"

(التّاریخ الکبیر : 262/1)

☆امام ترمذی رحمہ اللہ (3617) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ۔

"یہ حدیث حسن (ضعیف) اور غریب ہے۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب ہے کہ اس کی ایک سند ہے اور وہ ضعیف ہے۔

☆امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ ۔ "یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔"

(التّاریخ الکبیر : 262/1)

متعارض دلائل:

اب قائلین وفات کے دلائل کی طرف آتے ہیں، انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق چند ایک دلائل پیش کئے ہیں، ان کے دلائل کا تجزیہ ملاحظہ ہو؛ 1. ایک عورت کا واقعہ ہے کہ اس نے مدینہ کی ایک جانب کسی پہاڑ پر نذر مانی تھی، لوگ اس عورت کے ساتھ پہاڑ پر نذر ماننے گئے، وہاں ایک بڑی قبر دیکھی، اس پر دو پتھر نصب تھے، ایک سر کی جانب اور دوسرا پاؤں کی جانب، اس قبر کا کتبہ لکھا تھا، جانے کون سی زبان تھی، لوگوں سے پوچھا گیا، کسی کو سمجھ نہیں آتی تھی، آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے بعض لوگ مل گئے، جنہوں نے اس پر لکھے ہوئے الفاظ کو سمجھ لیا، اس پر کندہ تھا:

هٰذَا قَبْرُ رَسُولِ اللّٰهِ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

"یہ اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی قبر ہے۔"

(تاریخ الطّبری : 604/1)

من گھڑت واقعہ ہے؛

1. محمد بن حمید رازی جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک "ضعیف وکذاب" ہے۔

☆ امام نسائی رحمہ اللہ نے "کذاب" کہا ہے۔

(الخلافیات للبیہقي : 1955، وسندہٗ صحیحٌ)

☆ محدث ابو بکر فضلک رحمہ اللہ (۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ حُمَیْدٍ وَّھُوَ یُقَلِّبُ الْأَسَانِیدَ وَیُرَکِّبُھَا عَلَی الْمُتُونِ ۔

"میں محمد بن حمید کے پاس گیا، وہ ادھر ادھر کی سندیں لے کر انہیں متنوں پر چسپاں کر رہا تھا۔"

(الخلافیات للبیہقي : 1954، وسندہٗ صحیحٌ)

☆ محدث فضلک کا قول ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آفَتُہٗ ہٰذَا الْفِعْلُ، وَإِلاَّ فَمَا أَعْتَقِدُ فِیْہِ أَنَّہٗ یَضَعُ مَتْناً، وَہٰذَا مَعْنٰی قَوْلِھِم : فُلَانٌ سَرَقَ الْحَدِیْثَ ۔

"محمد بن حمید میں یہی بیماری تھی، ورنہ میرا نہیں خیال کہ اس نے کوئی متن بھی گھڑا ہو، اس کی وہی حالت ہے، جو محدثین کے نزدیک "سارق الحدیث" راوی کی ہوتی ہے۔" (سیر أعلام النّبلاء : 504/11)

☆ امام ابو زرعہ اور امام مسلم بن وارہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

صَحَّ عِنْدَنَا أَنَّہٗ یَکْذِبُ ۔

"ہمارے نزدیک درست یہی ہے کہ محمد بن حمید (حدیث میں) جھوٹا تھا۔"

(کتاب المَجروحین لابن حِبّان : 1009، وسندہٗ صحیحٌ)

☆ امام صالح جزرہ رحمہ اللہ نے بھی "کذاب" قرار دیا ہے۔

(تاریخ بغداد : 262/2، وسندہٗ حسنٌ)

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

2. محمد بن اسحاق مدنی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

3. یہ روایت قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت کے مخالف بھی ہے۔

4. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا۔

"اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔" (صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 529)

اس حدیث سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال لیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، یہود کے تو کئی انبیا تھے، جبکہ نصاریٰ کے نبی صرف عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اگر وہ زندہ ہیں، تو نصاریٰ پر لعنت کیوں؟ اس سے ثابت ہوا کہ یقیناً وہ فوت ہو گئے ہیں، ورنہ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی نہیں۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ نصاریٰ یہودیوں کے انبیا کو بھی مانتے تھے اور انہوں نے انبیائے بنی اسرائیل کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا، ورنہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ عیسائیوں نے کبھی عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بنا کر اس کی پوجا نہیں کی۔

☆ محدث عبد العزیز بن احمد ابو محمد کتانی رحمہ اللہ (466ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَتَّفِقِ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى مَعْرِفَتِهِ قَبْرِ نَبِيٍّ وَّصَحَابِيٍّ غَيْرِ قَبْرِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِ صَاحِبَيْهِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

"مسلمان کسی نبی یا صحابی کی قبر کی تعیین پر متفق نہیں ہوئے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے قبروں کے۔"

(تاريخ ابن عساكر : 418/2)

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ سِوٰى قَبْرِ نَبِيِّنَا۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی متعین قبر ثابت نہیں۔"

(مختصر الفتاوى المصرية، ص 218)

☆حافظ عراقی رحمہ اللہ (806ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ مَا هُوَ مُحَقَّقٌ سِوٰى قَبْرِ نَبِيِّنَا۔

''انبیا کی قبروں میں سے کوئی ایسی نہیں، جس کے بارے میں یقینا کہا جاسکے کہ یہ فلاں نبی کی قبر ہے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے۔''

(طرح التّثريب : 303/3)

☆علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (1014ھ) لکھتے ہیں :

إِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ تَعْيِينُ قَبْرِ أَحَدٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرَ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے سوا کسی نبی کی قبر کو یقینی طور پر متعین نہیں کیا جاسکتا۔''

(المَشرَب الوَردي في تحقيق مذهب المَهدي، ص 33)

☆شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ (1418ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْجَدِيرِ بِالذِّكْرِ أَنَّ عُلَمَاءَ السَّلَفِ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّهُ لَا يُعْرَفُ قَبْرُ نَبِيٍّ بِعَيْنِهِ إِلَّا قَبْرُ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، كَمَا ذَكَرَ ذٰلِكَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ فِي قَاعِدَةِ التَّوَسُّلِ وَالْوَسِيلَةِ وَكِتَابِ الْفُرْقَانِ بَيْنَ أَوْلِيَاءِ الرَّحْمٰنِ وَأَوْلِيَاءِ الشَّيْطَانِ ۔

''سلف اس بات پر اجماع کر چکے ہیں کہ کسی نبی کی قبر کی تعیین نہیں ہوسکتی، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب قَاعِدَةُ التَّوَسُّلِ وَالْوَسِيلَةِ اور اَلْفُرْقَانُ بَيْنَ أَوْلِيَاءِ الرَّحْمٰنِ وَأَوْلِيَاءِ الشَّيْطَانِ میں ذکر کیا ہے۔''

(المَجموع في ترجمة العلامة المحدث الشّيخ حماد الأنصاري : 320/1)

الحاصل:

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں ہے، اب ان کی قبر کا موجود ہونا تو درکنار، نزول کے بعد بھی ان کے قبر کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے کہ کہاں بنے گی؟

نزول عیسیٰ علیہ السلام اور امت محمدیہ

امت محمدیہ کو دیگر تمام امتوں سے بہترین امت ہونے کا اعزاز دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: 110)

''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو۔''

اس آیت کو بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے خلاف دلیل بنایا جاتا ہے، اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ اگر اس امت کے لئے ہادی کسی دوسری امت ہی سے بھیجا جانا تھا، تو ہماری امت ''خیر'' کیونکر ہوئی؟

یہ ایک دھوکہ ہے، یا ایک شبہ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے تو نبی، لیکن امت محمدیہ میں ایک امتی بن کر نازل ہوں گے، آپ بنی اسرائیل کے لئے نبی تھے، لیکن اس امت کے ایک فرد کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ یہ چیز امت کے خیر ہونے کے منافی ہرگز نہیں، بلکہ امت کا اعزاز ہے کہ سابقہ امتوں کا ایک نبی بھی اس امت کا ایک فرد ہے۔ وللہ الحمد!

رفع کا معنی

نزول مسیح کے حق میں قرآنی آیات کے بیان میں ہم صراحت کر آئے ہیں کہ اللہ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا تھا، وہاں لفظ ''رفع'' مستعمل ہوا ہے۔ منکرین نزول اس پر ایک شبہ قائم کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ''رفع'' بلندی درجات کے معنی میں مستعمل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ (مریم: 57)

''ہم نے انہیں بلند مقام عطا فرمایا۔''

یہاں ''رفع'' بلندی درجات کے معنی میں لایا گیا ہے، لیکن اس کا اگر یہ مطلب لیجئے کہ ہر جگہ ہی ''رفع'' سے مراد بلندی درجات ہوگا، تو یہ قرآنی اسلوب سے ناواقفی کی دلیل محض ہے۔ قرآن مجید میں ''رفع'' دو معانی میں استعمال ہوا ہے، حقیقی معنی میں اور مجازی معنی میں، توبسا اوقات اس کا حقیقی معنی مراد ہوتا ہے جیسا کہ

☆ قرآن مجید میں ہے:

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ﴾(البقرة : 63)

''اور ہم نے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔''

☆ارشاد ربانی ہے:

﴿اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾(الرعد : 2)

''جب عیسیٰ علیہ السلام نے تواضع اختیار کی، تو اللہ نے انہیں ساتویں آسمان پر اٹھالیا۔''

(مَساوئ الأخلاق للخرائطي : 557، شُعَب الإيمان للبيهقي : 814)

اولاً تو اس کی سند ''ضعیف'' ہے، زمعہ بن صالح جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

☆حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ (كَشْفُ الْأَسْتَار : 3581) وَفِيهِ زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ وَالْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ۔

''یہ مسند بزار کی روایت ہے، اس کا راوی زمعہ بن صالح جمہور ائمہ و محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 53/8)

☆حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ ،ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ ۔

''اس میں زمعہ بن صالح ہے اور اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(تخريج أحاديث الإحياء : 1255)

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا ضعیف روایت میں بھی کوئی ایسی تصریح موجود نہیں کہ اس کی بنیاد پر ''رفع'' کو بلندی درجات کے معنی کے ساتھ خاص کیا جاسکے۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

☆ علامہ عبد الرحمن معلمی، یمانی رحمہ اللہ (1386ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ رَفَعَ عِيسٰى إِلَى السَّمَاءِ ۔

"امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔"

(القائد إلى تصحيح العقائد، ص 206)

آیت استخلاف سے عدم نزول کا استدلال

بعض منکرین نے آیت استخلاف کو بھی اپنی خواہشات کا تختہ مشق بنانے کی کوشش کی ہے، اللہ کریم نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

(النور: 55)

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ سر انجام دیئے، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں خلافت دے گا، جیسا کہ آپ سے پہلے لوگوں کو زمین میں خلافت دی تھی۔"

منکرین نزول کہتے ہیں کہ آیت استخلاف میں جو وعدہ الٰہی مِنْكُمْ یعنی "تمہاری امت میں سے" ہے، اس کے مطابق سارے کے سارے خلفا مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں اور اسی آیت کے مطابق ابن مریم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو گا اور امت کا امام ہو گا، اسی امت سے ہو گا، کسی اور قوم میں سے نہ آئے گا۔

ان حضرات کی یہ تفسیر بالکل باطل ہے، خوارج نے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ کی تفسیر اپنی مرضی سے کی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ ۔

"کلمہ حق، مگر اس سے مراد باطل لیا جارہا ہے۔"

(صحيح مسلم: 1066)

اس آیت میں عام خلفا کی بات ہو رہی ہے، نہ کہ نبیوں میں سے ایک نبی کی، قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اسلام کو غلبہ عطا فرمائیں گے اور ان کے ذریعے تمام ادیان باطلہ کی سرکوبی کی جائے گی۔

یہ بھی یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی ہونے کے باوجود، امت محمدیہ کے ایک فرد فرید ہیں، لہٰذا انہیں مِنْکُمْ کے عموم سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مِنْکُمْ کے عموم سے خارج کرنے کے لئے ایک ایسی روایت پیش کی جاتی ہے، جو اولاً تو مِنْکُمْ کے عموم میں ان کے شامل ہونے کی دلیل بنتی ہے، نہ کہ نکلنے کی اور دوسرے یہ کہ وہ روایت ضعیف بھی ہے.

☆سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، أَلَا خَلِيفَتِي فِي أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي۔

''خبر دار! عیسیٰ بن مریم علیہا السلام اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، خبر دار! وہ میرے بعد میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4898، المُعجم الصّغير للطّبراني : 725)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

1، 2. عیسیٰ بن محمد صیدلانی بغدادی اور محمد بن عثمان بن یسار قرشی ''مجہول'' ہیں۔

3. محمد بن عقبہ سدوسی ''ضعیف'' ہے۔

4. قتادہ ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں ملی۔

اور اگر اس کا معنی و مفہوم ملاحظہ کیجیے، تو اس سے نزول کا ثبوت مل رہا ہے، اس میں ایک حقیقت کا بیان ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد کوئی نبی نہیں آیا، صرف محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آئے اور اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بن کر نازل ہوں گے، یعنی اس سے وہی عقیدہ ثابت ہو رہا ہے، جو صحابہ و تابعین اور ائمہ محدثین بیان کر چکے ہیں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی دو مختلف شخصیات

بعض روایات سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی رحمہ اللہ ایک ہی شخصیت کا نام ہے اور اسی وہم کو بنیاد بنا کر بعض لوگ نبوت کے ایک جھوٹے دعویدار کو سچا قرار دینے کی کوشش میں غلطاں رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایسا ثابت ہو جاتا، تب بھی کسی جھوٹے کا دعویٰ ثابت نہیں ہو

سکتا تھا، چہ جائیکہ ایسی صورت میں اس کا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ خود یہ تصور ہی پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکتا ہو، اس موضوع کی تمام روایات ضعیف، موضوع اور من گھڑت ہیں، ملاحظہ کیجئے؛

1. سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَعَلٰى مِلَّتِهٖ مَلَكَ ، إِمَامًا مَهْدِيًّا، وَحَكَمًا عَدْلاً ، فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ ـ

"سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے نازل ہوں گے اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر نازل ہوں گے، امام، مہدی اور عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، نیز دجال کو قتل کریں گے۔"

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4580)

اس کی سند "ضعیف" ہے، یونس بن عبید عبدی اور حسن بصری دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

2. سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ مَهْدِيَّ إِلاَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ـ

"مہدی سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کوئی نہیں۔"

(سنن ابن ماجه : 4039، المستدرك للحاكم : 8363)

سند ضعیف ہے؛

1. محمد بن خالد جندی مجہول ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : 5849)

الطیوریات لابی الطاہر السلفی (291)، تہذیب الکمال للمزی (149/25) میں ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے اسے "ثقہ" کہا ہے، یہ قول ثابت نہیں، اس کے راوی احمد بن محمد بن مومل ابو بکر صوری کی توثیق نہیں مل سکی۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

2. حسن بصری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اسی طرح ائمہ حدیث وسنت نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔

☆ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ۔ "یہ حدیث منکر ہے۔"

(العِلَل المتناہِیة لابن الجَوزي: 862/2)

☆ حافظ بیہقی (بیان الخطأ: 299) اور ذہبی رحمہا اللہ (میزان الاعتدال: 3/535) نے اسے "منکر" قرار دیا ہے، علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے "موضوع" (من گھڑت) کہا ہے۔

(الفوائد المجموعة للشّوكاني، ص 510)

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے "ضعیف" کہا ہے۔

(مِنهاج السّنّة النّبوية: 2/167، 168)

☆ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ۔

"یہ حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔"

(مِرقاة المَفاتيح: 8/3448)

☆ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) لکھتے ہیں:

قِيلَ: الْمَهْدِيُّ هُوَ عِيسٰى فَقَطْ وَهُوَ غَيْرُ صَحِيحٍ لِأَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلٰى أَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ عِتْرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَجُوزُ حَمْلُهُ عَلٰى عِيسٰى، وَالْحَدِيثُ الَّذِي وَرَدَ فِي أَنَّهُ (لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسٰى) غَيْرُ صَحِيحٍ۔

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ مہدی صرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں، تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ صحیح احادیث تواتر کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت سے ہوں گے، ان کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر محمول کرنا جائز نہیں اور جس حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں، وہ ثابت نہیں ہے۔"

(تفسیر القُرطبي : 122/8)

مسیح کی نشانیوں میں تعارض کا قضیہ

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ۔

"سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی اور بال سیدھے ہیں۔"

(صحیح البخاري : 7128)

ایک روایت ہے:

آدَمَ ،سَبْطَ الرَّأْسِ ۔ "گندمی رنگ اور سیدھے بال۔"

(صحیح مسلم : 169)

ایک روایت میں ہے:

أَمَّا عِيسٰى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ۔

"عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ (گندمی) سرخی مائل، متناسب جسم اور چوڑا سینہ ہے۔"

(صحیح البخاري : 3438)

دجال کا حلیہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَيْنِ ۔

"دجال کا جسم بھاری بھر کم، رنگ سرخ، بال گھونگھریالے اور آنکھ کانی ہے۔" (**صحيح البخاري** : 7128)

أَحْمَرَ، جَعْدَ الرَّأْسِ ۔ "سرخ رنگت، گھونگھریالے بال۔" (**صحيح مسلم** : 169)

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جہاں "جعد" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد متناسب جسم ہے۔ دجال کے لیے جہاں "جعد" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے مراد گھونگھریالے بال ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بال سیدھے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی سرخی مائل ہے، جبکہ دجال کا رنگ سرخ ہے۔ مسیح عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال کی نشانیوں میں فرق ہے، ان نشانیوں کو خلط ملط کرنا اور اس بنا پر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات کو مشکوک قرار دینا ہرگز درست نہیں، فافہم وتدبر!

ابو عطاء المنعم رضاء الله بن الحاج خان بادشاه حظه الله ورعاه وجعل الجنة مثواه

26۔ جمادی الاولیٰ ۔ 1447ھ۔ ۔ 17 نومبر ۔ 2025 یوم الاثنین 3۔ بجے۔ 41۔ عصر شریف آباد

مؤلف کے دیگر تالیفات

1۔کتاب الحجامۃ پښتو ....۔ مطبوع(56) سیرتِ جیش اسامۃ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

2۔حوارات المسلم عربی .... مطبوع (57) مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

3۔حوارات النسوۃ عربی .... مطبوع (58) سیرت ابراھیم علیہ السلام

4۔حوارات ابناء الاسلام .... غیر مطبوع

5۔حوارات بنات الاسلام عربی ....۔۔.. ۔۔مطبوع

6۔حدیقۃ المسلم عربی .... غیر مطبوع

7۔حدیقۃ النسوۃ عربی .... غیر مطبوع

8۔تذکرۃ بیاد شیخ اردو .... مطبوع

9۔اتحاد الامت پښتو ....غیر مطبوع

10۔معارف الاحوال لاصلاح عمل الاطفال پښتو . مطبوع

11۔اسان اصول فقہ پښتو .... غیر مطبوع

12۔لغۃ الاطفال عربی .... غیر مطبوع

13۔میزان الصرف عربی ....۔۔ مطبوع

14۔صرف بہائی عربی .... غیر مطبوع

15۔مہ غمژن کیگہ .... غیر مطبوع

16۔اسلامی نغمے پښتو .... غیر مطبوع

17۔دعوت الی اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

18۔روضۃ الاطفال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

19۔پښتو ترجمه اسان مونځ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

20۔ماحکم المیراث فی الاسلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوع

21۔اَلْمُکَالَمَۃُبَیْنَ یَدَیْکَ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

22۔اسانه طریقه دقرآن مجید دحفظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

23۔علم القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

24۔اهل القرآن ورجال القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

25۔پرسکون گھرانہ اور حقوق نسواں۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

26۔المکالمه بین النساء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

27۔څلویښت دعاګانی او څلویښت حدیثونه۔۔۔۔۔۔مطبوع

28۔عظمت قرآن بزبان قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

29۔الجرح والتعدیل وظوابط التحقیق والتخریج۔۔۔۔۔غیر مطبوع

30۔اصول الحدیث فی حدیث الرسول۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

31۔توحید باری تعالیٰ سے متعلقہ شکوک وشبہات کا ازالہ۔ غیر مطبوع

32۔پښتو ترجمه رہنمائے اساتذہ مطالعۂ قرآن حکیم۔۔غیر مطبوع

33۔پښتو ترجمه مطالعۂ قرآن حکیم جلد اول۔۔غیر مطبوع

34۔پښتو ترجمه مطالعۂ قرآن حکیم جلد دویم۔ غیر مطبوع

35۔پښتو ترجمه خیرالاصول فی حدیث الرسول۔۔۔مطبوع

مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

36۔فتنوں مؤمن کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

37۔نورالقرآن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غیر مطبوع

38۔فکری منصوبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مطبوع

(39)اہل السنۃ والجماعۃ کا تصور سنت (1)

(40) جھنم کا بیان اور اللہ سے محبت کیوں اور کیسے

(41) اصول الفقہ فی علوم الفقہ

(42) مؤمن کی نماز اور طہارت کے مسائل واحکام

43)نماز کا مسنون طریقہ اور اس کے احکام و مسائل

(44)زکاۃ کے فرضیت اور فضائل واحکام

(45) حج کے فضائل واحکام حج وعمرہ

(46) روزہ کے حقیقت اور رمضان المبارک کے احکام ومسائل

(47) خواتین سے متعلق مخصوص احکام ومسائل

(48) نبی بحیثیت معلم اور بحیثیت والد

(49) نبی کی جامع سیرت اور اخلاق نبوی

(50)سیرتِ شیخین یعنی ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما

(51) سیرتِ ختنین یعنی عثمان غنی وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

(52)سیرتِ حسنین یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

(53) سیرتِ عظیم اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین

(54) سیرتِ امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ

(55) سیرتِ دفاع صحابۃ رضی اللہ عنہم

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	تصدیر	2
2	نابینا نے بینا کو راہ دکھلائی	3
3	ایک تھا بادشاہ	9
4	ایک داعی ڈانس کلب میں یہ واقعہ ایک کتاب میں ہیں	12
5	گمراہ بوڑھا	14
6	سارہ بیٹی	16
7	ایک تائب کی یاداشت	22
8	مچھلی کے پیٹ میں	30
9	بے شمار گناہ۔ اور بے پایاں بخشش	33
10	کوئی ماں اپنے بیٹے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟	35
11	چند لمحات ہسپتال میں	36
12	ایمان وعزیمت کے پہاڑ	40
13	اللہ کی پناہ چاہتا ہوں	44
14	جنت پا گئے	46
15	ایک گلوکار کی توبہ	49

16	قصہ ایک بطلِ اسلام کا	54

17	گناہ کی چابی	63
18	بارانِ رحمت کے نزول میں رکاوٹ	65
91	جرأت مندانہ فیصلہ	66
20	جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا	71
21	موت کی دہلیز پر	73
22	تارکِ قرآن ہو	79
23	نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پر قرآنی دلائل	81
24	نزول عیسیٰ علیہ السلام اور متواتر احادیث	90

25	حدیثی دلائل:	94
26	وفات عیسیٰ علیہ السلام	114
27	قبر عیسیٰ علیہ السلام	121
28	متعارض دلائل:	124
29	نزول عیسیٰ علیہ السلام اور امت محمدیہ	128
30	آیت استخلاف سے عدم نزول کا استدلال	130
31	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی دو مختلف شخصیات	131
32	مسیح کی نشانیوں میں تعارض کا قضیہ	134

33	دجال کا حلیہ:	135
34	مؤلف کے دیگر تالیفات	136
35	فہرست	139